Internet Edition 2017 by Yasir Jamal Usmani

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بام و در

غزلوں کا مجموعہ

ڈاکٹر علیم عثمانی

مرتب۔ اختر جمال عثمانی

Internet Edition 2017 by Yasir Jamal Usmani

تفصیلات

جملہ حقوق بحقِ ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب : بام و در
مصنف : ڈاکٹر علیم عثمانی
مرتب و ناشر : اختر جمال عثمانی 9450191754
مکمل پتہ : 1270 A رفیع نگر دیوہ روڈ بارہ بنکی
تعداد : 1000
صفحات : 157
قیمت : -/200
سنِ اشاعت : 2017
کتابت : سراج الدین 9451760611
سرورق : یاسر جمال عثمانی

ملنے کا پتہ
دانش محل، امین آباد، لکھنؤ

انتساب

استاد گرامی

جناب محمد احمد صاحب عرف حکیم منن مرحوم

کے نام

کہ خاکسار کی اردو کی شد بد جن کی

رہین منت ہے۔

اختر جمال عثمانی

فہرست

سیریل	مضامین	صفحہ
1	مختصر حالاتِ زندگی و شاعری	10
2	زحمتِ یک لمحہ	15
3	عرض مرتب	17
	غزلیات	
1	نظر کے فرش ساری زندگی یونہی بچھے رکھیو	18
2	جو جی میں آئے وہ یہ صاحب شباب کریں	19
3	رگ رگ میں مری زہر صنم گھول رہا ہے	21
4	کیا عشق مجازی میں فیضان نہیں ہوتا	22
5	بالیں پہ وقت نزع کھلے ہیں ادا کے پھول	24
6	چاند سے بیر ہے سورج سے عداوت میری	26
7	ترے چاند جیسے رخ پر یہ نشانِ درد کیوں ہیں	28
8	غم آرزو کی حالت کبھی تم بھی دیکھ لیتے	29
9	سب اختلاف جفا کر رہے ہیں کیا ہوگا	30
10	وہاں پہ کون سی مجبوریاں نہیں ہوتیں	31
11	چار دن دوستی جان جاں سے چلی	33

12	کسی کی اور وہ نیندیں اگر حرام کریں	34
13	چاہنے والوں کا چرچا بھی بہت ہوتا ہے	36
14	اپنی تابِ بقا دیکھتے جایئے	38
15	چراغِ رحمت ناز اب تو جلنے والا ہے	40
16	مجھے پناہ کہاں ہے یہی تو مشکل ہے	41
17	عذاب مفت میں ہم نے قلم اٹھا کیلئے	42
18	قرار دیتے ہیں ہم جس کو پیار کا موسم	44
19	نظر کی دھوپ اگر داخل نقاب نہ ہو	46
20	اسے نہ کچھ بھی کہو تیر کے چلانے پر	48
21	کم سے کم حق تو تڑپنے کے ادا ہو جاتے	49
22	زہر کے بول بھی ہیں اشکوں کی بارات کے ساتھ	51
23	مری اچھی بھلی تنہائی مجھ سے بدگماں کیوں ہو	52
24	چاندنی جب تری یادوں کی چھٹک جاتی ہے	53
25	کیا بات ہے جفا سے جو کترا رہے ہو تم	55
26	اشک کیا آپ کی آنکھوں میں نہ آئے ہوں گے	56
27	رہتا ہے رات رات تمہارا خیال پھر	58
28	بچھے ہین پھول ترا انتظار آج بھی ہے	60
29	چراغ ہم نے یونہی عادتاً جلایا ہے	61
30	کونسا دکھ نہ ان کو اٹھانا پڑا	62

31	لگتا ہے عنایت کی اب مجھ پر نظر ہو گی	64
32	اب کچھ نہیں ہے امن و اماں کی دعاؤں میں	66
33	کیوں تبسم کی مہکی چمیلی تری	68
34	ہم اٹھ گئے جو دید کی حسرت لئے ہوئے	69
35	گھر میرے حسب وعدہ اسے آنا چاہیئے	70
36	وہ عجیب کشمکش میں مری زندگی کرے ہے	72
37	افسانے کسی کی الفت کے اخبار میں	74
38	اک پل میں مٹا دیتی ہے ہر درد سری کو	75
39	جادو نگاہ ناز کا جب کام کر گیا	77
40	بات پر جس روز بھی میری خودی آ جائے گی	78
41	ہیں دائیں بائیں مرے غمگسار کیا ہوگا	79
42	ہم تو ٹھہرے اہل دل ہم کیا کہیں کیا چاہیئے	81
43	ہر شخص کی تجھ پر ہے نظر رشکِ قمر دیکھ	83
44	بندۂ حق جو حق نما ہوتا	85
45	ناچتی ہے دشت پیمائی نظر کے سامنے	87
46	دیتی ہیں تھپکیاں تری پرچھائیاں مجھے	89
47	ان کی کل شب خواب میں تشریف تھی آئی ہوئی	90
48	جاں کسی پر نثار کیا کرتے	92
49	نہ کوئے یار میں انساں اگر قیام کرے	94

50	رنجشیں یہ جتنی ہیں سب ہٹاؤ جاں ناناں	96
51	جن لوگوں کے سینے میں حرارت نہیں ہوگی	97
52	ذہن میں گیسوئے محبوب کے سائے رکھنا	99
53	بے وفا کہہ کہہ کے اس کا دل جلا دیتے ہیں لوگ	100
54	خوشبو ترے آنچل کی عطا کون کرے گا	102
55	موت آتی ہے زمانے کی تو مر جانے دو	104
56	مری حسرت نظر کیا ترا کیا نقاب اٹھانا	106
57	ان سے تعلقات نہ پیدا کریں گے ہم	107
58	اثر انداز کس پر جلوئے جاناں نہیں ہوتا	108
59	جادو جو اسکی مست نگاہوں کا عام ہو	109
60	پہلے اسیر گیسوئے پیچاں کئے گئے	110
61	بہتان اس کو رکھنے دو ہم پر کبھی کبھی	112
62	کھلی چھت پہ زلفیں اڑانا ہمیشہ	114
63	حوصلے عرش معلٰی پہ ہیں نادانوں کے	116
64	تمہارے پیار کی برکت نہیں گئی اب تک	117
65	نظر والوں سے آرائش کے منظر بات کرتے ہیں	119
66	بتا دو جو مجھ سے محبت نہیں ہے	121
67	ترے ساتھ رہ کے میری بھی عجیب زندگی ہے	123
68	آنچل ہمارے نام سے نم کر رہے ہو تم	124

69	جاری تری یادوں کے وظیفے ہیں ابھی تک	126
70	یہ ردا رخ پہ تم نے تانی ہے	128
71	دہرائے جائیں غم کے نہ قصے خدا کرے	130
72	دھوم ارمانوں کے رگ رگ میں مچی ہوتی ہے	132
73	بیٹھے بٹھائے کیوں ہو جہنم کا ڈر مجھے	134
74	تکلف کی نہ کل دیوار ہو یہ بھی تو ممکن ہے	136
75	جن لوگوں کو توفیق محبت ہی نہیں ہے	137
76	اس کے آگے تو کوئی بس مرا چلتا ہی نہیں	139
77	نہ ہم شعلوں پہ لکھتے ہیں نہ انگاروں پہ لکھتے ہیں	140
78	ہر شخص پر ابھی یہ حقیقت عیاں نہیں	141
79	سود کھا اٹھا کے بھی مری غیرت نہیں گئی	143
80	ایمان بچانا کوئی آسان نہیں ہے	145
81	مہک اٹھے جو در و بام ان کے آنے سے	147
82	پیار کی ختم ہر اک روایت ہوئی	149
83	گیسو جو اس نے کھول دئے تا کمر گئے	151
84	جو لوگ منزلت جان جاں سمجھنے لگے	153
85	آپ فرما رہے ہیں دعاء کیجئے	154
86	ہمیں خاطر دوران ستم لائے نہیں جاتے	156

مختصر حالاتِ زندگی وشاعری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ڈاکٹر علیمؔ عثمانی

ڈاکٹر نذیر احمد ندوی

شعبۂ عربی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔ یو پی

یادش بخیر!

ڈاکٹر محمد عبد العلیم عثمانی جو ادبی وشعری دنیا میں علیمؔ عثمانی کے نام سے مشہور تھے، نہ صرف طبیب حاذق، کامیاب ہومیوپیتھ معالج، بلکہ معروف ومقبول کہنہ مشق شاعر تھے۔

ان کی شخصیت باغ و بہار، طبیعت مرنجان مرنج، آواز سامعہ نواز اور انداز دلنواز تھا۔ بارگاہ ایزدی سے اگر انھیں ایک طرف جمال ظاہر سے سرفراز کیا گیا تھا تو دوسری طرف دست قدرت نے انھیں بڑی فیاضی سے حسن باطن سے نواز اتھا،اس طرح وہ حسنِ صَوت وصورت اور خوبیٔ سیرت سے مالا مال تھے۔

ان کی طبیعت میں بلا کی موزونیت تھی ،اس لئے شعروشاعری سے انھیں فطری مناسبت اور قلبی لگاؤ تھا،کم عمری اور زمانہ طالب علمی ہی سے انہوں نے شعر گوئی کے میدان میں قدم رکھ دیا تھا اور گیسوئے سخن کو سنوارنا شروع کر دیا تھا۔اس طرح وہ آغاز شباب ہی سے اہل سخن سے داد تحسین حاصل کرنے لگے تھے۔

موصوف اپنے بارے میں رقم طراز ہیں:

''مجھے اوائل عمری سے شعر سننے ،شعر پڑھنے اور شعر کہنے کا شوق رہا اور میں اپنے اشعار اپنے کرم فرماؤں اور مخلصوں کے درمیان سناتا رہا۔لوگ میری حوصلہ افزائی کرتے رہے''۔

شعروشاعری نے انھیں آداب شاعری سکھائے تھے اور اس کے اسرار ورموز سے آگاہ کردیا تھا۔یہی وجہ ہے کہ ایک ''استاذ شاعر'' ہونے کے باوجود انہوں نے شعروشاعری میں کسی استاذ سے اصلاح نہیں لی۔

ان کی شاعری میں تجدد اور تنوع تھا، ہر صنف سخن میں انہوں نے طبع آزمائی کی ۔روایتی غزل گوئی میں فرد وطاق ہونے کے ساتھ نعت گوئی میں بڑے ماہر ومشاق تھے۔

ان کی شاعری میں غم دوراں وغم جاناں کا حسین امتزاج ہے۔ جناب محمد اصغر صاحب عثمانی نے بزم عزیز کے تعزیتی جلسہ کے موقع پر اپنے خطبۂ صدارت میں ان کی غزلیہ شاعری کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا۔''مرحوم نے روایتی غزل میں تغزل

کا بھرپور استعمال کیا، وہ غزل جو میر و غالب سے ہوتے ہوئے جگر اور خمار تک پہنچی اس کو امانت کی طرح آخری دم تک سنبھالے رہے''۔

ڈاکٹر صاحب اپنے کلام کی پختگی، مضامین کی آمد اور اسلوب کی سلاست کی بدولت ہر بزم میں ''مرکز توجہ'' بن جاتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے اپنے ہم عصر مشہور شعراء سے گہرے مراسم تھے۔ جو نہ صرف ان کی شعری محاسن کے معترف بلکہ ان کے فنی کمالات کے مدّاح بھی رہے ہیں۔ جانشین حضرت افقر موہانی جناب عزیز بارہ بنکوی ان کی شاعری کو ان الفاظ میں دادِ تحسین دیتے ہیں۔'' ان کی مشق سخن کافی ہے، اشعار تمام نقائص سے پاک وصاف ہوتے ہیں''۔ نیز ان کی شعر نوازی اور شعراء پروری کو یوں سندِ توصیف عطا کرتے ہیں:۔

''ان کی وجہ سے مجھے بڑی تقویت حاصل ہے، قرب وجوار میں اپنی محنت سے شاعری کو زندہ کئے ہوئے ہیں۔''

اگر انھوں نے اپنی نظمیں، نعتیں اور غزلیں محفوظ رکھنے کی جانب توجہ کی ہوتی تو اب تک ان کے کئی شعری مجموعے تیار ہو چکے ہوتے۔

ان کی غزلوں کا ایک مجموعہ ''دیوار'' ۱۹۹۵ء میں زیور طبع سے آراستہ ہو کر مقبول اہل نظر ہو چکا ہے۔ جلد ہی غزلوں کے تین مجموعے اور نعتیہ کلام کا ایک مجموعہ تیار ہو کر منظر عام پر آنے والا ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے ''بزم بہار سخن'' کے نام سے ایک ادبی انجمن قائم کی تھی جس سے اودھ کے لکھنؤ و بارہ بنکی اضلاع اور ان کے اطراف سے تعلق رکھنے والے نامور شعراء وابستہ تھے جس کی ماہانہ نشستوں میں جس طرح کہنہ مشق شعراء اپنے کلام سے سامعین کو محظوظ کرتے تھے، اُسی طرح نو آموز شعراء ان کی رہنمائی و سرپرستی میں مشق سخن کیا کرتے

تھے، اس طرح نہ جانے کتنے تازہ وارِدانِ بساطِ سخن ان کی اصلاح و تصحیح نیز تشجیع و تحریک سے سخنورانِ غزل اور شہنشاہانِ اقلیمِ سخن بن گئے۔

جناب علیم عثمانی کی پیدائش قصبہ کرسی ضلع بارہ بنکی یو پی میں مورخہ 8/نومبر 1931 کو ہوئی ان کے والد ماجد جناب محمد نسیم صاحب اپنے زمانہ کے ایک نامور حکیم تھے جن کی شفقت پدری کا سایہ ان کے سر سے صرف 4 سال ہی کی عمر میں اٹھ گیا تھا، انھوں نے مادرِ مشفق ہی کی آغوش محبت میں تعلیم و تربیت پائی، ان ہی کی خدمت اور راحت رسانی کی خاطر وہ مزید اعلیٰ تعلیم کے لئے اور ملازمت کی غرض سے کبھی قصبۂ کرسی سے باہر نہیں نکلے۔ ماں کی دعاؤں کا ثمرہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے نورِ نظر اور لختِ جگر کو شہرت و مقبولیت کے بامِ عروج پر پہنچا دیا۔

ڈاکٹر صاحب کی ذات مرجع خلائق تھی۔ لوگ دور دراز مقامات سے طبی مشورے کے علاوہ دیگر دینی، علمی اور ادبی امور میں تبادلہ خیال کے لئے ان سے رابطہ کرتے تھے اور وہ ان کی اپنے طویل تجربات، وسیع مشاہدات و مطالعات کی روشنی میں رہنمائی کیا کرتے تھے۔

ایک کہنہ مشق شاعر، بلند پایہ ادیب اور باکمال سخن شناس ہونے کے ساتھ وہ نہایت شگفتہ مزاج، بذلہ سنج، ذہین و طبّاع نیز حاضر دماغ و حاضر جواب تھے۔ ڈاکٹر صاحب اپنی خوش اخلاقی، خندہ جبینی اور کشادہ روئی کی وجہ سے ہر دلعزیز تھے، اس لئے ہر مجلس میں جان محفل بنے رہتے تھے، انکی مجلسیں بڑی پر لطف اور امن و سکون سے معمور ہوا کرتی تھیں۔

اگر ایک طرف ان کی ظرافت اور طنز و مزاح سے محفلیں قہقہہ زار بن جاتی تھیں تو دوسری طرف ان کی آنکھیں یادِ الٰہی میں اشکبار ہو جاتی تھیں۔ کیونکہ وہ بڑے ذاکر

وشاغل اور پابندِ معمولات تھے،ان کی زندگی ذوق عبادت ،فکر آخرت اور اندیشۂ عاقبت سے عبارت تھی۔

صبر وتوکل اور قناعت واستغناء ان کا وطیرہ نیز تواضع وسادگی ان کا طرۂ امتیاز تھا۔شاعری میں بے حد مقبولیت اور میڈیکل پریکٹس میں بے پناہ کامیابی کے باوجود انہوں نے آمدنی میں اضافہ کے امکانات پر توجہ نہیں دی۔

ان کی زندگی جہد مسلسل ،عمل پیہم ،یقین محکم کی آئینہ دار تھی۔ جہادِ زندگانی میں انہوں نے انہی شمشیروں سے کام لیا تھا ،حیات مستعار کے آخری چند ماہ بعض عوارض وامراض کی نذر ہوئے جن سے وہ جانبر نہ ہوسکے، بالآخران کا آفتاب زندگی مورخہ 10 مئی 2012 بروز پنج شنبہ بوقت سہ پہر غروب ہوگیا اور فضل وکمال کا یہ مجموعہ پیوند خاک ہوگیا۔

☆☆☆☆☆

☆ زحمتِ یک لمحہ

محترم قارئین کرام۔ میرا پہلا شعری مجموعہ دیوار آپکے سامنے ہے۔ آپ اطمینان رکھیں میں آپ کو نہ تو اپنی سوانح حیات سنا کر بور کرونگا اور نہ اپنی ذاتی زندگی کے سرد و گرم کی تشریحات میں آپکا وقت برباد کرونگا۔ مجھے مختصر الفاظ میں صرف دو ایک باتیں آپ سے عرض کرنی ہیں وہ یہ کہ مجھے اوائل عمری سے شعر پڑھنے اور شعر کہنے کا شوق رہا اور میں اپنے اشعار اپنے کرمفرماؤں اور مخلصوں کے درمیان سناتا رہا۔ لوگ میری حوصلہ افزائی کرتے رہے۔ لیکن میں نے کبھی خواب و خیال میں بھی یہ تمنا نہیں کی کہ میرا اشمار باقاعدہ صفِ شعراء میں ہو۔ یا میں اپنی شاعری کو درجہء کمال تک پہنچا کر اپنے فن کا لوہا اہل ذوق سے منواؤں ۔ میرے بعض انتہائی مخلص احباب جو آج اس دنیا میں نہیں ہیں مثلاً جنابِ حیات وارثی، جناب صائم سیدن پوری، جناب کشفی لکھنوی، جناب بادل سلطان پوری، جناب چودھری رضی عثمانی دیوہ شریف اور جناب عنبر شاہ وارثی کراچی پاکستان وغیرہ کی دلی خواہش رہی کہ میرا مجموعۂ کلام شائع ہو۔ اور اپنے موجودہ مخلصوں مثلاً جناب حفیظ سلمانی، جناب اختر موہانی، جناب ہنومان پرشاد عاجز ماتوی، جناب مولانا نذیر احمد ندوی، جناب حسن مہدی رضوی ایڈوکیٹ اور جناب نذرالدین پردھان قصبہ کرسی وغیرہ وغیرہ کے محبت بھرے تقاضوں سے مجبور ہونے کے بعد اِس مجموعہ کی اشاعت میرے

لئے ناگزیر ہو گئی۔

چونکہ باقاعدہ شاعر بننے کا میرا کوئی پروگرام نہیں تھا اس لئے میں نے کسی بزرگ سے کبھی شرف تلمّذ بھی حاصل نہیں کیا۔ میرے اس مجموعہ میں ان سرکردہ اور نامور شخصیتوں کی کوئی تقریظ شامل نہیں ہے جن کی تحریروں سے معمولی شعری مجموعوں کا معیار بلند ہو جایا کرتا ہے۔

اس کتاب کی ترتیب و تدوین و اشاعت کے سلسلے میں جن لوگوں نے میری مدد کی وہ جناب قمر ٹکیٹ گنجوی، جناب اظفر سلطان پوری، جناب مولانا نذیر احمد ندوی اور بالخصوص جناب عاجز ماتوی ہیں جنکا نیز تمام اہل محبت کا شکر گذار ہوں۔

اب میرا یہ مجموعۂ کلام قارئین کی میزانِ نظر پر ہے۔ اگر کسی کو میرا کوئی ایک شعر بھی پسند آجائے تو یہ میری کامیابی کا ثبوت ہوگا۔

خاک پائے اہل سخن
(ڈاکٹر) علیم عثمانی
بارگاہِ فن۔ کرسی۔ بارہ بنکی
17 اکتوبر 1995

☆ صاحب کلام کا یہ وہ پیش لفظ ہے جو انہوں نے **زحمت یک لمحہ** کے عنوان سے **دیوار** نامی اپنے پہلے مجموعہ کلام مطبوعہ 1995 کے لئے تحریر کیا تھا۔

عرض مرتب

''بام ودر'' نامی اس مجموعہ کلام کے منظر عام پر آنے کی تقریب اس طرح پیدا ہوئی کہ ایک بار والد صاحب کے عزیز دوست پنڈت ہنومان پرشاد شرما عاجز ماتوی صاحب نے خاکسار کی موجودگی میں والد صاحب سے دریافت کیا کہ آپکی چھت کب آرہی ہے۔اس سے ان کا اشارہ ان کے دیوان بنام دیوار کی طرف تھا کہ اس دیوان کی اشاعت کے بعد دوسرے دیوان کی اشاعت کی نوبت کب تک آرہی ہے۔والد صاحب نے خاکسار کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کی یہ اِنکی ذمہ داری ہے

اسی احساس ذمہ داری کے نتیجہ میں زیر نظر مجموعۂ کلام باذوق قارئین اور والد صاحب کے کلام کے شائقین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

نیازمند اختر جمال عثمانی

غزل

نظر کے فرش ساری زندگی یونہی بچھے رکھیو
کوئی آئے نہ آئے دل کے دروازے کھلے رکھیو

ہزاروں کوس کے جسموں میں چاہے فاصلے رکھیو
مگر اک بات میری یادرکھیو دل ملے رکھیو

جفاپر آہ کرنا کفر ہے دین محبت میں
خدا را ضبط کے ریشم سے اپنے لب سلے رکھیو

ہتھیلی پرلئے دل کل بھی نکلیں لوگ ممکن ہے
ستم کے تیر کل کے واسطے دواک پڑے رکھیو

نئی نسلوں کے لوگوں سے یہ کہہ دو راہ منزل میں
لگے ہیں جوپرانے وقت کے پتھر لگے رکھیو

ہنسی آتی ہے توزخموں کے ٹانکے ٹوٹ جاتے ہیں
ہمارے اس برس زخموں کے ٹانکے کم کسے رکھیو

علیم اس کے تلون کو تم اس کی اک اداسمجھو
کہاں تک اس کے کڑوے بول تم دل پر لکھے رکھیو

غزل

جو جی میں آئے وہ یہ صاحب شباب کریں
یہ لوگ وہ ہیں فرشتوں کو جو خراب کریں

ہے آسمان پہ اب نرخِ نکہتِ رخسار
چلو کہیں سے فراہم کوئی گلاب کریں

اب اشتیاقِ قیامت ہے ساری دنیا کو
یہ وقت وہ ہے کہ گھنگھرو ترے خطاب کریں

جفا کے سارے مسائل اسی کتاب میں ہیں
کتاب چہرہء محبوب دستیاب کریں

سوال یہ ہے کہ ساقی کا ٹوٹ جائے نہ دل
اب ایسی شکل میں کیا ترک ہم شراب کریں

ہے صاف بات ہمیں گنتیاں نہیں آتیں
کرم جو آپ کو کرنا ہے بے حساب کریں

وہ تیرہ بخت ہیں ہم جس کا خود نظارہ علیم
نکل نکل کے نقابوں سے ماہتاب کریں

☆☆☆
☆

غزل

رگ رگ میں مری زہر صنم گھول رہا ہے
اللہ ترازو میں مجھے تول رہا ہے

اس طرح وہ مصروف تبسم ہیں کہ جیسے
دروازہء جنت کو کوئی کھول رہا ہے

وہ جلوۂ عارض کو چھپانے میں ہیں مصروف
ایمان یہاں مفت میں پر تول رہا ہے

اب کوئی مری بات مری بات نہیں ہے
اب تو مری آواز میں تو بول رہا ہے

وہ دیں گے علیمؔ آپ کو ایثار کی قیمت
ایثار کا دنیا میں کوئی مول رہا ہے؟

☆☆☆
☆

غزل

کیا عشق مجازی میں فیضان نہیں ہوتا
کیا بت کی محبت میں عرفان نہیں ہوتا

سنجیدہ نظر میں کیا ارمان نہیں ہوتا
کس موج کے سینے میں طوفان نہیں ہوتا

آئینے سے مت کھیلو کمبخت یہ آئینہ
بے بول تو ہوتا ہے بے جان نہیں ہوتا

کچھ شہر تمنا پر اللہ کی رحمت ہے
سو بار لٹے لیکن ویران نہیں ہوتا

انگارہ اٹھا لینا آسان ہے پھر لیکن
اک پھول کو چھولینا آسان نہیں ہوتا

ایمان کی مضبوطی اور عشقِ بت کافر
ظاہر ہے کہ لوہے کا ایمان نہیں ہوتا

صدقے ہو نظر کیسے عارض پہ علیم آخر
جلوہ کبھی جلوے پر قربان نہیں ہوتا

☆☆☆
☆

غزل

بالیں پہ وقتِ نزع کھلے ہیں ادا کے پھول
آنچل سے گر رہے ہیں مسلسل ہوا کے پھول

رکھتے ہیں رنگ و روپ میں کتنی مناسبت
میرے جگر کے زخم تمہاری قبا کے پھول

بدقسمتی مری کہ مجھے چوٹ آگئی
مارا تھا کتنے پیار سے اس نے اٹھا کے پھول

موسم جو بے رخی کا رہا پھر نہ پاؤ گے
ڈھونڈو گے تم دوا کو جو باغِ وفا کے پھول

اب صرف اک علاج ہے اے مالکِ بہار
زخموں میں عندلیب کے بھر دے جلا کے پھول

قائم ہیں اب بھی میری وہی وضعداریاں
زیبِ گلو ہیں اب بھی تیری بددعا کے پھول

دھوپیں کرم کی تیز جو یونہی رہیں علیم
کمھلا نہ جائیں میری بہشت خطا کے پھول

☆☆☆
☆

غزل

چاند سے بیر ہے سورج سے عداوت میری
اللہ اللہ ترے عارض پہ قناعت میری

توڑ دی اس نے تڑپنے کی روایت میری
بن گئی چشمِ کرم جان کی آفت میری

دھوپ کی طرح سے پھیلی ہے مری رسوائی
پرچمِ وقت یہ لکھی ہے ملامت میری

میرے احباب کے دروازے مقفل جو ملے
مضحکہ میرا اڑاتی ہے ضرورت میری

جو غلامِ حرم و دیر ہیں ان کی نہ کہو
وہ نہ سمجھیں گے کبھی طرزِ عبادت میری

گھٹ گئی ان کے تبسم سے اذیت کی کشش
سلب کرلیں گے وہ کیا ضبط کی قوت میری

میرے ہونٹوں کی ہنسی ہے مرے غم کی تردید
میری تکلیف کو جھٹلاتی ہے صورت میری

آئینہ رکھ کے وہ مصروف ہیں آرائش میں
زیرِ ترتیب ہے کس شان سے جنت میری

شادمانی مجھے چھولے یہ نہیں اس کی مجال
ہاتھ رکھے ہے مرے سرپہ مصیبت میری

ہورہا ہے مری ٹوٹی ہوئی سانسوں کا حساب
میری بالیں پہ ہے موجود قیامت میری

رہ گیا اب نہ کوئی قلب ونظر کا مصرف
لوگ رکھے ہیں ہتھیلی پہ محبت میری

ان کی شیرینیءگفتار کے چرچے ہیں علیم
زندگی تلخ ہوئی جن کی بدولت میری

☆☆☆

غزل

ترے چاند جیسے رخ پر یہ نشانِ درد کیوں ہیں
ترے سرخ عارضوں کے یہ گلاب زرد کیوں ہیں

تجھے کیا ہوا ہے آخر مجھے کم سے کم بتا تو
تری سانس تیز کیوں ہے ترے ہاتھ سرد کیوں ہیں

تجھے ناپسند جو تھے وہی بے وقار رہتے
جو عزیز تھے تجھے وہ ترے در کی گرد کیوں ہیں

وہ کتاب لاؤ جس میں ہے بیان شانِ قومی
مرے دور کی یہ قومیں بہ گرفتِ فرد کیوں ہیں

مجھے شک گذر رہا ہے تری چارہ سازیوں پر
اے مسیحِ وقت بتلا یہ دلوں میں درد کیوں ہیں

جنہیں یاد تھے فسانے بہت اپنے بازوؤں کے
اے علیم مضمحل سے وہ دم نبرد کیوں ہیں

☆☆☆

غزل

غم آرزو کی حالت کبھی تم بھی دیکھ لیتے
کہ سلگ رہی ہے جنت کبھی تم بھی دیکھ لیتے

مرے ضبط کو دعا دو کہ خموش ہوں میں ورنہ
مری آہ کی کرامت کبھی تم بھی دیکھ لیتے

مری ساری عمر گذری یونہی تم کو تکتے تکتے
جو کہوں تو ہو شکایت کبھی تم بھی دیکھ لیتے

وہ کلی جو کل جواں تھی ہے اب اس کا کون عالم
یہ ہے انتظامِ فطرت کبھی تم بھی دیکھ لیتے

یہ جو زلف ہے تمہاری یہ ہے نصف شام ہجراں
مرے قول کی صداقت کبھی تم بھی دیکھ لیتے

کبھی فرطِ غم سے ہوتا نہ علیم کا یہ عالم
جو ادھر خلاف عادت کبھی تم بھی دیکھ لیتے

غزل

سب اختلاف جفا کر رہے ہیں کیا ہوگا
تمہارے تیر خطا کر رہے ہیں کیا ہوگا

خدا کی شان جو بے حد صنم رسیدہ ہیں
نماز عشق قضا کر رہے ہیں کیا ہوگا

جو زخم تم نے لگائے تھے لوگ اب ان کی
چھپا چھپا کے دوا کر رہے ہیں کیا ہوگا

مجھے عزیز ہیں اپنے نصیب کی دھوپیں
وہ سبز باغ عطا کر رہے ہیں کیا ہوگا

دراصل اہل سکوں ہیں بڑی مصیبت میں
تڑپنے والے مزا کر رہے ہیں کیا ہوگا

علیمؔ ذکرِ بتاں میں تو ساری عمر گئی
اب آپ ذکرِ خدا کر رہے ہیں کیا ہوگا

غزل

وہاں پہ کون سی مجبوریاں نہیں ہوتیں
جہاں ضمیر کی آزادیاں نہیں ہوتیں

یہ دن جوانیِ گل کے ہیں عندلیبِ چمن
جوان خون میں کیا بجلیاں نہیں ہوتیں

تمہارے شہر میں انگڑائیوں کا زور ہے کیوں
تمہارے شہر میں کیا شادیاں نہیں ہوتیں

چھپے گا سات نقابوں سے جلوۂ عارض
تجلیات کی حد بندیاں نہیں ہوتیں

اتار دو یہ ردا غم کی اے تمناؤ
کہ اس لباس میں شہزادیاں نہیں ہوتیں

پھر آپ سایہ پسندوں کے تبصرے سنئے
کسی درخت میں جب پتیاں نہیں ہوتیں

بجھی بجھی سی نظر آئینے پہ مت ڈالو
مری پسند میں تبدیلیاں نہیں ہوتیں

دلوں کے بیچ میں اٹھتی ہے جب کبھی دیوار
پتہ نہیں ہے کہ کیوں کھڑکیاں نہیں ہوتیں

علیم زخم محبت کے سوکھ ہی جاتے
جو صبح وشام نمک پاشیاں نہیں ہوتیں

☆☆☆
☆

غزل

چار دن دوستی جان جاں سے چلی
جس کے پیچھے سدا آسماں سے چلی

آخرش میری کشتی رہی ڈوب کر
لاکھ بچ بچ کے موجِ رواں سے چلی

جو قیامت انھوں نے محبت میں کی
وہ قیامت بھی امن واماں سے چلی

ان کے عہد جوانی پہ آکر رکی
بات جو بھی مئے ارغواں سے چلی

لب پہ آیا نہ ذکرِ محبت علیمؔ
یہ خبر سب کو آخر کہاں سے چلی

☆☆☆

غزل

کسی کی اور وہ نیندیں اگر حرام کریں
توسات بار انہیں جھک کے ہم سلام کریں

نقاب اٹھائیں مگر آپ ایک کام کریں
کہ پہلے تجزیئہ نیتِ عوام کریں

ملے گا پھر نہ جہاں میں جواب زلف دراز
جو آپ منسلک زلف میری شام کریں

جو اس کی ایک جھلک دیکھ کر ہیں متوالے
تمام عمر تڑپنے کا انتظام کریں

ہے آسمان پہ اب نرخِ نکہتِ رخسار
چلوگلاب کے پھولوں کا انتظام کریں

سرک رہے ہیں کم و بیش اب سبھی آنچل
کن آنچلوں پہ نمازوں کا اہتمام کریں

ہمارا کام صلیب وفا تک آنا تھا
اب ان کا فرض ہے کا رجفا تمام کریں

کسی بھی شخص کے دامن پہ کوئی داغ نہیں
ہم اپنے قتل کو منسوب کس کے نام کریں

سیاہ بخت کچھ ایسے بھی ہیں جہاں میں علیم
کہ روز چاند کے ٹکڑے جنہیں سلام کریں

☆☆☆

☆

غزل

چاہنے والوں کا چرچا بھی بہت ہوتا ہے
شکر ہے ذکر ہمارا بھی بہت ہوتا ہے

جان مرتے ہوئے ارماں کی بچانے کیلئے
حسن کا وعدہ فردا بھی بہت ہوتا ہے

خاطرِ نازکِ مشتاقِ نظارا پہ گراں
ایک باریک سا پردا بھی بہت ہوتا ہے

تم اندھیرے میں رہے کب ہو تمھیں کیا معلوم
ایک دھندلا سا ستارا بھی بہت ہوتا ہے

یوں نہ دیکھو مری کمزور کلائی کی طرف
ڈوبنے والے کو تنکا بھی بہت ہوتا ہے

سخت جانی ہے مری موردِ الزام مگر
وار اس شوخ کا ترچھا بھی بہت ہوتا ہے

چاند کی کھوج میں جو ہیں انہیں کیا علم علیم
صرف اک چاند کا ٹکڑا بھی بہت ہوتا ہے

☆☆☆
☆

غزل

اپنی تابِ بقا دیکھتے جایئے
چھو کے ہر حادثہ دیکھتے جایئے

چاک گل کی قبا دیکھتے جایئے
زندگی کی ادا دیکھتے جایئے

توبہ کرلیں گے جو سخت پچھتائیں گے
اٹھ رہی ہے گھٹا دیکھتے جایئے

نیند پلکوں سے ہے بیر باندھے ہوئے
دوستی کا مزا دیکھتے جایئے

آپ دیکھیں گے خود وقت کی گردشیں
مستقل آئینہ دیکھتے جایئے

جلد ہی آنے والے ہیں پرسش کے دن
اپنی اپنی خطا دیکھتے جایئے

وہ نہ آئیں علیم آپ کا فرض ہے
عمر بھر راستہ دیکھتے جایئے

☆☆☆
☆

غزل

چراغِ رحمتِ ناز اب تو جلنے والا ہے
دکھوں سے کہہ دو زمانہ بدلنے والا ہے

نقابِ چہرۂ روشن ہے مائلِ جنبش
یہ لگ رہا ہے کہ سورج نکلنے والا ہے

خدا نے بھیج دیا ان کو میری بالیں پر
ضرور موت کا اب وقت ٹلنے والا ہے

اچانک اس کے تغافل میں آگئی ہے کمی
کہ خشک ریت سے چشمہ ابلنے والا ہے

جو چار سمت ہے پتھر کے نام سے مشہور
وہ موم بن کے کسی دن پگھلنے والا ہے

بچھائے بیٹھے ہیں ہم رہ گذر پہ کیوں آنکھیں
ادھر سے کون بھلا اب نکلنے والا ہے

یہ تیرگی پہ مرے دل کا اعتماد علیم
کوئی چراغ بہرحال جلنے والا ہے

غزل

مجھے پناہ کہاں ہے یہی تو مشکل ہے
تمام شہر جواں ہے یہی تو مشکل ہے

مرے لئے ہیں وہ آمادۂ کرم لیکن
مجھے کرم بھی گراں ہے یہی تو مشکل ہے

میں کس طرح سے خدایا انہیں خفا سمجھوں
شکن جبیں پہ کہاں ہے یہی تو مشکل ہے

مجال تھی کہ بھلا تم پہ کوئی شک کرتا
تمہارا منھ جو دھواں ہے یہی تو مشکل ہے

ہم ان کی بزم میں جائیں تو کیسے جائیں علیم
ہمارے منھ میں زباں ہے یہی تو مشکل ہے

☆☆☆

غزل

عذاب مفت میں ہم نے قلم اٹھا کیلئے
لغت میں لفظ نہیں ہیں تری ادا کیلئے

بتوں کے غم میں اٹھیں ہاتھ کیا دعا کیلئے
بنیں گے بار نہ ہم خاطرِ خدا کیلئے

مرے لہو کا ذرا دیکھ سرخ سرخ یہ رنگ
یہ رنگ ٹھیک رہے گا تری قبا کیلئے

پکارتی ہے تجھے سرفرازیوں کی صلیب
حیات جان چرا اب نہ ارتقا کیلئے

کس اہتمام سے یہ دور حاضرہ کے یزید
نئی زمین بناتے ہیں کربلا کیلئے

ہمارے دم پہ بنی ہے مگر ہم ان میں نہیں
جو آنچلوں سے گذارش کریں ہوا کیلئے

ہمارے ضبط وہ تحمل سے تم نہیں واقف
کہو دکھا دیں تمہیں بھول کر سدا کیلئے

علیم صرف وطن کی سلامتی کی دعا
دعا کرو تو کرو پورے ایشیا کیلئے

☆☆☆
☆

غزل

قرار دیتے ہیں ہم جس کو پیار کا موسم
وہی ہے رحمت پروردگار کا موسم

کھلے ہیں ذہن میں وعدوں کے کیسے کیسے گلاب
اے کاش ختم نہ ہو انتظار کا موسم

ہے ان کے ناز کا نصف النہار پر سورج
زوال پر ہے ہمارے وقار کا موسم

چلائے بام سے پتھر یہ تو نے خوب کیا
تری گلی میں ہے کیا لالہ زار کا موسم

ہیں پھول چاک گریباں تو بلبلیں گریاں
غموں کی نذر ہے بوس و کنار کا موسم

بساؤ جا کے اسیران زلف شہر حیات
چلا گیا شکن زلف یار کا موسم

ہنسی کی چاندنی لب پر نظر میں انگارے
بڑا عجیب ہے یہ نور و نار کا موسم

ہمارے زخم سلامت ہیں ہم کو فکر نہیں
ہزار سال نہ آئے بہار کا موسم

علیم خیر نہیں آرزو کے پھولوں کی
نگاہ یار میں ہے شعلہ زار کا موسم

☆☆☆
☆

غزل

نظر کی دھوپ اگر داخل نقاب نہ ہو
تو کوئی بات بہ موضوع ماہتاب نہ ہو

کسی کو کوئی محبت سے گر خراب کرے
بڑا خراب لگے گا اگر خراب نہ ہو

نکال لیتے ہیں ہم خود بھی کچھ نہ کچھ مفہوم
بہت ادق کسی چہرے کی گر کتاب نہ ہو

اب ایسے کوئی قدامت پرست ہم بھی نہیں
کہ دوستی میں ہمارے یہاں حساب نہ ہو

جو زندگی کے مزے ہیں وہ حادثات سے ہیں
بڑا غضب ہو اگر زندگی عذاب نہ ہو

یہ کون چوم رہا ہے صلیب بیداری
کہیں ہماری تمناؤں کا وہ خواب نہ ہو

وہ بات سن کے مری ہوگئے ہیں کیوں خاموش
خدا کرے کہ مری بات لاجواب نہ ہو

شریک صحبت ساقی ہوں جام ہاتھ میں ہے
بلا سے جام میں اک بوند بھی شراب نہ ہو

میں رنج و غم میں بھی ہنستا ہوں اس لئے اے علیم
میں چاہتا ہوں کہ تشہیر اضطراب نہ ہو

☆☆☆

☆

غزل

اسے نہ کچھ بھی کہو تیر کے چلانے پر
ہم اتفاق سے خود آ گئے نشانے پر

ہمارا خون ہوا ہے ترے زمانے میں
ہماری چھاپ رہے گی ترے زمانے پر

یہ چشم مست یہ سرمے کی پر اثر تحریر
حکایتیں نہیں لکھتے شراب خانے پر

دلوں کو توڑ کے جو قہقہے لگاتے تھے
وہ آبدیدہ ہیں آئینہ ٹوٹ جانے پر

بہار آ گئی سنتے ہیں دیکھئے کیا ہو
ہمارے ہوش بہت دن سے تھے ٹھکانے پر

کسی کا شوخ تبسم ہے اور میں ہوں علیم
تُلا ہے کوئی پہیلی مجھے بجھانے پر

غزل

کم سے کم حق تو تڑپنے کے ادا ہوجاتے
کاش وہ ہم سے ہمیشہ کو جدا ہوجاتے

تیرے تیروں کے نشانے ہی غلط تھے ورنہ
زخم وہ لگتے کہ ہم تیری قبا ہوجاتے

تم کو شعلہ فگنی سے ہی نہیں تھی فرصت
پھول تم ہوتے تو ہم دست صبا ہوجاتے

تم تبسم کے چراغوں سے چراتے آنکھیں
میرے دواشک اگر تم کو عطا ہوجاتے

گیت چڑھتی ہوئی ندی پہ نہ لکھتے جوہم
تیرے گھونگھرو بھی تو صحرا کی صدا ہوجاتے

Internet Edition 2017 by Yasir Jamal Usmani

تجربہ ہم کو تجسس کا نہیں تھا ورنہ
خود ترے نقش قدم تیرا پتہ ہوجاتے

خسگمیں آنکھ یہ ابھری ہوئی ماتھے پہ شکن
جانے کیا ہوتا کہیں تم جو خدا ہوجاتے

آپ کے شہر کی دھوپوں نے جلایا ہے مجھے
آپ کا فرض تھا ساون کی گھٹا ہوجاتے

عمر بھر ان کو منانے سے یہ بہتر تھا علیم
ہم ہمیشہ کے لئے ان سے خفا ہوجاتے

☆☆☆
☆

غزل

زہر کے بول بھی ہیں اشکوں کی بارات کے ساتھ
آگ کے پھول بغلگیر ہیں برسات کے ساتھ

آپ آزردہ مری رات کے بارے میں نہ ہوں
آپ کی یاد کا سورج ہے مری رات کے ساتھ

خود ہی مجبور ہیں اب ترکِ ملاقات پہ ہم
اتنی شرطیں ہیں لگی اس کی ملاقات کے ساتھ

آسماں ہو کہ مقدر ہو مرا یا تم ہو
کھیل کس نے نہیں کھیلے مرے جذبات کے ساتھ

اک دعا بھی نہ ہوئی سلسلۂ بت میں قبول
مصلحت ہوگی کوئی قاضیِ حاجات کے ساتھ

پاؤں جس کے مرے آنگن کبھی آئے نہ علیم
اس کی پائل کی کھنک ہے میرے نغمات کے ساتھ

غزل

مری اچھی بھلی تنہائی مجھ سے بدگماں کیو ں ہو
تکلف بر طرف مجھ پر تم آخر مہرباں کیوں ہو

مشقت ساری اہل کارواں کی رائیگاں کیوں ہو
جو ناواقف ہو منزل سے وہ میرِ کارواں کیوں ہو

رہے تشویش غم کیوں فکر زخم خونچکاں کیوں ہو
اگر شوقِ محبت ہے تو خوفِ امتحاں کیوں ہو

ہنسی لب پر نہ شوخی ہی نگاہوں میں نہ انگڑائی
جواں ہونا نہ آتا ہو تو پھر کوئی جواں کیوں ہو

حرم چلتے ہیں زاہد آؤ دو سجدے یہاں کرلیں
جبینِ بندگی محروم سنگِ آستاں کیوں ہو

تمہارے جور سے جب مطمئن اہل محبت ہیں
تو ان اللہ کے بندوں پہ جور آسماں کیوں ہو

اگر لکھی ہیں تکلیفیں علیم اپنے مقدر میں
تو ہر تکلیف کا باعث وہی آرام جاں کیوں ہو

غزل

چاندنی جب تری یادوں کی چھٹک جاتی ہے
آپ ہی آپ شب ہجر چمک جاتی ہے

دل سے کیا اٹھ گیا اللہ کا ڈر اے ساقی
عرش تک شیشہ و ساغر کی کھنک جاتی ہے

لوگ تشریح تبسم میں لگے ہیں بیکار
ایک بجلی ہے وہی چم سے چمک جاتی ہے

شیخ مجھ سے وہاں چلنے پہ مصر ہیں کہ جہاں
میکشی نور کی سولی پہ لٹک جاتی ہے

لوگ کہنے لگے اب تیری ملاحت پہ غزل
کیسے ان تک خبرِ آب و نمک جاتی ہے

راہِ الفت میں دبے پاؤں چلوگے تم کیا
اپنی پازیب کو روکو جو کھنک جاتی ہے

دست ساقی کو میں الزام نہ ہرگز دوں گا
جو نہ قسمت میں لکھی ہو وہ چھلک جاتی ہے

چھیڑدیتے ہو اِدھر اپنی غزل تم جو علیمؔ
بوندآنسو کی اُدھر ٹپ سے ٹپک جاتی ہے

☆☆☆
☆

غزل

کیا بات ہے جفا سے جو کترا رہے ہو تم
پہلے سے کتنا کم مجھے تڑپا رہے ہو تم

ہم کو تکلفات زمانہ نہیں پسند
ہم اتنا جانتے ہیں کہ یاد آ رہے ہو تم

پہونچیں گے غم تو رکھیں گے الزام تم پہ لوگ
دانستہ اپنی زلف کو الجھا رہے ہو تم

ہر جنشِ قدم میں تو نیت ہے حشر کی
گھنگھرو کھنک رہے ہیں تو شرما رہے ہو تم

دیدار ہی کا ذوق نہ اب اہتمامِ شوق
بد قسمتی مری ہے کہ اب آ رہے ہو تم

حاصل ہے کیا علیم جو اپنے وجود کو
سچائیوں کی آگ میں پگھلا رہے ہو تم

غزل

اشک کیا آپ کی آنکھوں میں نہ آئے ہوں گے
میرے خط آپ نے کیا سکھ سے جلائے ہوں گے

آپ مانیں نہ برا آپ سے پوچھوں اک بات
کتنے خوابوں کے محل آپ نے ڈھائے ہوں گے

زیرِ مسجد جو خرابات میں لیتے ہیں پناہ
وہ گنہگار فرشتوں کے ستائے ہوں گے

اس کی پازیب اسی طرح کھنکتی ہوگی
وقت کے ہاتھ اگر ساز اٹھائے ہوں گے

آپ کو میرے لہو کی بھی نہیں ہے پہچان
نام کتنوں نے شہیدوں میں لکھائے ہوں گے

اپنے نزدیک سمجھتے ہیں جہنم کو جو کھیل
کونسی سی آگ کے وہ لوگ جلائے ہوں گے

تیرے وعدے پہ مری طرح نہ جانے کتنے
آج تک فرش نگاہوں کے بچھائے ہوں گے

دم بھرا کرتے تھے جو ان کی وفا کا اے علیم
ان وفاداروں کو تارے نظر آئے ہوں گے

☆☆☆
☆

غزل

رہتا ہے رات رات تمہارا خیال پھر
بالکل وہی ہے اب مری نیندوں کا حال پھر

بے انتہا انہیں ہے ہمارا خیال پھر
ترک تعلقات کا ہے احتمال پھر

لگتا ہے لوگ ہوں گے پریشان حال پھر
لہرا کے کوئی نکلا ہے شانوں پہ بال پھر

میری نگاہ شوق میں تو جان ڈال پھر
دیکھوں ذرا نقاب سے سورج نکال پھر

آئینہ لاؤ دیکھوں میں اپنا جمال پھر
اوڑھی ہے میں نے آج مصیبت کی شال پھر

تھوڑا بہت لحاظ زمانہ بھی چاہیئے
تم پار کر رہے ہو حد اعتدال پھر

مجھ کو مٹا رہے ہو مگر یہ بھی جان لو
تم خود قرار دو گے مجھے لازوال پھر

قمری کہاں سے قوت پرواز لائے اب
آواز دے رہی ہے صنوبر کی ڈال پھر

تجھ سے چرا رہا ہوں نگاہیں میں اس لئے
میرے لہو میں تو نہ گلامی اچھال پھر

وہ کہکشاں سجائے ہے عارض پہ اے علیم
اچھی نہیں ہے میرے ستاروں کی چال پھر

☆☆☆

☆

غزل

بجھے ہین پھول ترا انتظار آج بھی ہے
امید رحمتِ پروردگار آج بھی ہے

مصیبتوں کے پڑے ہیں گلے میں ہار مگر
بفضلہٖ مرے دل کو قرار آج بھی ہے

میں اس سے عرض تمنا کروں یہ ناممکن
مجھے تو اس کی نوازش سے عار آج بھی ہے

ہمارے حال پہ اس کو ہنسے زمانہ ہوا
ہنسی گلوں کی ہمیں ناگوار آج بھی ہے

علیمؔ جس سے بچایا ہے عمر بھر دامن
اسی کی یاد پہ دارومدار آج بھی ہے

غزل

چراغ ہم نے یونہی عادتاً جلایا ہے
ہمارے گھر نہ کوئی آئے گا نہ آیا ہے

ہوا چلی ہے بڑی مست ابر چھایا ہے
مری بھی توبہ کی سولی کا وقت آیا ہے

کوئی بھی شے اسے بیخود بنا نہیں سکتی
خودی کے سائے میں جس نے بھی خد کو پایا ہے

ملائی جس نے تھیں مٹی میں حسرتیں میری
مرے خدا وہی سونے کا بن کے آیا ہے

جہاں جہاں ترے روئے حسیں کی دھوپیں ہیں
وہاں وہاں مری رسوائیوں کا سایا ہے

لہولہو ہے مرا جسم اس کے پتھر سے
کس اہتمام سے اس نے مجھے سجایا ہے

فسانہ غم کا وہ سنتے کسی طرح نہ علیم
فسانہ غم کا بطرزِ غزل سنایا ہے

غزل

کونسا دکھ نہ ان کو اٹھانا پڑا
جن کی قسمت میں تیرا زمانہ پڑا

اسنے کردی ہے جب جور کی انتہا
انتقاماً مجھے مسکرانا پڑا

پائی میں نے نہ تسکین جوش جنوں
سارا صحرا ہے خود میرا چھانا پڑا

میری آنکھوں میں وہ اس طرح بس گئے
میری پلکوں سے نیندوں کو جانا پڑا

اللہ اللہ وہ شانِ طرزِ ستم
چرخ سے مجھ کو شرطیں لگانا پڑا

احترام اسکے وعدے کا کرتے ہوئے ہوئے
عمر بھر مجھ کو شمعیں جلانا پڑا پڑا

راہ الفت میں دیوار حالات تھی
مجھ کو دیوار سے چھن کے جانا پڑا

کیا کہیں اس کی پازیب کھنکی علیم
ساز ماحول کو کیوں اٹھانا پڑا

☆☆☆

☆

غزل

لگتا ہے عنایت کی اب مجھ پر نظر ہوگی
مرجاؤں گا پھولوں میں میری نہ بسر ہوگی

جنت جسے کہتے ہیں سو رنج کا گھر ہوگی
کیا کیا نہیں بے چینی چلمن کے ادھر ہوگی

اب جو بھی دعا ہوگی محروم اثر ہوگی
ہم چاہے جئیں جب تک وہ زلف نہ سر ہوگی

افسانہ مرا سُن کر منھ پھیرلیا اس نے
آنکھوں سے اب آنچل میں ترسیلِ گہر ہوگی

آپس میں مسرت کے کیوں پھول نہیں کھلتے
کیا پیار کی پھلواری بے برگ و ثمر ہوگی

تم درد جگر مجھ کو دیتے ہو تو دو لیکن
کیا درد کی رسوائی محدود جگر ہوگی

میں رات کے فتنے پر ایمان نہیں رکھتا
جس وقت نقاب اٹھے اس وقت سحر ہوگی

اس کو مری حالت کا کیا خاک پتہ ہوگا
خود اپنے دوپٹے کی جس کو نہ خبر ہوگی

ظاہر ہے نہ چھیڑوں گا میں نوحۂ غم کیسے
جب میری تباہی کی جنبش میں کمر ہوگی

اب تو مری آنکھوں پر یوں ضبط کے پہرے ہیں
لگتا ہے قیامت تک بارش نہ ادھر ہوگی

واعظ کی وضاحت سے معلوم یہ ہوتا ہے
جنت جسے کہتے ہیں محبوب کا در ہوگی

اشعار علیم اب تو لکھتے ہو لہو سے تم
کیا اب بھی نہ تسکینِ ارباب ہنر ہوگی

☆☆☆

غزل

اب کچھ نہیں ہے امن واماں کی دعاؤں میں
جب اس نے حشر باندھ لئے اپنے پاؤں میں

گل مطمئن نہیں ہیں بہاروں کی چھاؤں میں
جب سے ہے اختلاف چمن کے خداؤں میں

بے فکریاں کچھ اتنی بڑھیں دیوتاؤں میں
پیپل کے پیڑ سوکھ گئے میرے گاؤں میں

ہے کون ان کے اسم گرامی سے بے خبر
جو زہر گھولتے ہیں وطن کی فضاؤں میں

کیا راز ہے جو ٹوٹ گئے رشتۂ خلوص
گرہیں لگائیں آیئے مل کر ہواؤں میں

اے شمر وقت لائیں وہ خاطر میں تجھ کو کیا
گذری ہے جن کی عمر سدا کربلاؤں میں

آواز اپنی شہر پہ آپ آزمایئے
صحرا سمیٹ لینگے ہم اپنی صداؤں میں

دکھ میرا بانٹنے کے لئے مضطرب ہیں سب
تقسیم ہو نہ جاؤں میں مشکل کشاؤں میں

ہر چیز تو زمیں کی ہتھیلی پہ ہے علیم
کیا ڈھونڈھتے ہیں لوگ یہ آخر خلاؤں میں

☆☆☆
☆

غزل

کیوں تبسم کی مہکی چمیلی تری
بوجھ لی میں نے اب تو پہیلی تری

مجھ کو وہ بات پہلے سے معلوم ہے
جو چھپاتی ہے مجھ سے سہیلی تری

اور دنیا کا غم مجھ کو کوئی نہیں
فکر رہتی ہے مجھ کو اکیلی تری

اسکے سائے سے اب تو گریزاں ہے کیوں
عمر بھر جس سے پرچھائیں کھیلی تری

میرا کچا ہے گھر صرف اس بات پر
مجھ سے بدظن ہے پکی حویلی تری

تیری قسمت میں کیا ہے بتادوں تجھے؟
لا ادھر لا میں دیکھوں ہتھیلی تری

شاعروں میں شمار اس لئے ہے علیم
اس نے لفظوں میں تصویر لے لی تری

غزل

ہم اٹھ گئے جو دید کی حسرت لئے ہوئے
بیٹھے رہو گے چاند سی صورت لئے ہوئے

ہو میری آرزو کا نہ کیوں منھ دھواں دھواں
چہرہ ہے ان کا آگ کی رنگت لئے ہوئے

قلب و نظر کا اب کوئی مصرف نہیں رہا
سب ہیں ہتھیلیوں پہ محبت لئے ہوئے

نکلے ہیں جب پہن کے محبت کا ہار ہم
خلقت کھڑی تھی طوق ملامت لئے ہوئے

احباب کے لبوں پہ ہیں معذوریوں کے پھول
ہم پھر رہے ہیں اپنی ضرورت لئے ہوئے

بدقسمتی سے روح کے جلوؤں میں تم تھے گم
آیا تھا کوئی جسم کی جنت لئے ہوئے

ہم چاہتے ہیں پیار کے دو بول اے علیم
ملتے ہیں لوگ خلق کی خدمت لئے ہوئے

غزل

گھر میرے حسب وعدہ اسے آنا چاہئے
قسمت کو آج رات پلٹ جانا چاہئے

ہم کو طرح طرح کے اجالوں سے کیا غرض
ہم کو تو صرف جلوۂ جانانہ چاہئے

اتنی نہ ڈھیل دینی تھی میرے خیال سے
اب پیار کی پتنگ کو کٹ جانا چاہئے

دھوپیں ہیں تیز گردش دوراں کی کس قدر
اب تم کو زلف کھول کے لہرانا چاہئے

خواہش ہے جن کو عشق میں آغوش یار کی
ان کو کنویں میں ڈوب کے مرجانا چاہئے

ظاہر ہے جب نگاہ سے ہم ان کی گر گئے
اب ہم کو آسمان سے لوٹ آنا چاہیئے

ہے معرفت کا شوق جو زاہد تو کم سے کم
کچھ اہتمام شیشہ و پیمانہ چاہیئے

کترا رہے ہیں عشق میں کیوں سوزِ غم سے لوگ
کچھ تو لحاظ سنتِ پروانہ چاہیئے

میری غزل علیمؔ وہ سن لیں تو پھر انہیں
انگلی دبا کے دانت میں رہ جانا چاہیئے

☆☆☆
☆

غزل

وہ عجیب کشمکش میں مری زندگی کرے ہے
نہ وہ دوستی کرے ہے نہ وہ دشمنی کرے ہے

کبھی تیرگی کرے ہے کبھی روشنی کرے ہے
یہ تو حرکتیں وہی ہیں جو کوئی پری کرے ہے

کبھی التجا کروں میں تو وہ بے رخی کرے ہے
کبھی جو بھی حکم دیدوں وہ خوشی کرے ہے

وہ مخالفت ہماری جو کھلی کرے ہے
ہمیں ایسا لگ رہا ہے کہ وہ دل لگی کرے ہے

وہ جو تہمتیں رہی ہیں رہِ عاشقی میں ان سے
میں اسے بری کرے ہوں وہ مجھے بری کرے ہے

وہ ستم جو تھے پرانے وہ ہیں ناپسند اس کو
وہ جفائیں جب کرے ہے تو نئی نئی کرے ہے

میں سمجھ گیا ہوں کیوں ہے مری قتل کی یہ سازش
وہ شہید کرکے شاید مجھے جنتی کرے ہے

اسے بے وفا کہوں میں یہ کبھی نہ مجھ سے ہوگا
مرے حال پر کرم بھی وہ کبھی کبھی کرے ہے

مری ہر غزل کا مطلب وہ بتا بتا کے سب کو
اے علیم مجھ کو رسوا وہ گلی گلی کرے ہے

☆☆☆
☆

غزل

افسانے کسی کی الفت کے اخبار میں جب چھپ جاتے ہیں
ان کو بھی پسینے آتے ہیں ہم کو بھی پسینے آتے ہیں

ارمان جو دل کے اندر ہیں کب دیکھو زباں تک آتے ہیں
وہ اپنی جگہ شرماتے ہیں ہم اپنی جگہ شرماتے ہیں

میں باغ کی رنگیں تتلی کی تعریف میں غزلیں پڑھتا ہوں
وہ چپکے چپکے دانتوں سے ناخون کترتے جاتے ہیں

دنیا کی ملامت سننے کو سنتے ہیں مگر ان گلیوں میں
ہم جیسے آتے جاتے تھے ہم ویسے آتے جاتے ہیں

جب ان پہ بھروسہ ہے ہم کو تحقیق کی زحمت کون کرے
وہ جس کو برا ٹھہراتے ہیں ہم اس کو برا ٹھہراتے ہیں

ہم بیٹھ کر ان کی پلکوں پر احسان محبت لیں کب تک
ہم دھیرے دھیرے پیاروں کی نظروں سے اتر جاتے ہیں

انجانے میں جو گر پڑتے ہیں پچھتاتے ہیں وہ دنیا میں علیم
ہم اپنی عادت بتلائیں ہم جان کے ٹھوکر کھاتے ہیں

غزل

اک پل میں مٹا دیتی ہے ہر درد سری کو
کچھ کہنا خبر دار نہ شیشے کی پری کو

ماتھے پہ سجا کتنے سلیقے سے ہے آنچل
ہم مان گئے آپ کی بالغ نظری کو

پیغام محبت کو برا کہتے ہیں جو لوگ
کل داد وہ دیں گے مری پیغامبری کو

جلوے کی جنہوں نے کبھی پرچھائیں نہ دیکھی
وہ جلوہ گری کہنے لگے شعلہ گری کو

حقداروں کا جو حق ہے کبھی مل نہ سکے گا
ترجیح اگر دی گئی دریوزہ گری کو

پتھر کی چٹانوں پہ جو کہنے لگے غزلیں
خاطر میں وہ کیا لائیں مری شیشہ گری کو

جو نرگس و شہلا کے اشاروں پہ چلیں گے
وہ لوگ ترس جائیں گے کل دیدہ وری کو

ہر جلوے پہ مرنا مرا کیوں تم کو گراں ہے
تم عیب سمجھتے ہو وسیع النظری کو

سب سمجھے علیمؔ اس کو مگر میں نہیں سمجھا
ممکن ہے سراہے وہ مری بے خبری کو

☆☆☆
☆

غزل

جادو نگاہ ناز کا جب کام کر گیا
میں اپنے آپ شیشے کے اندر اتر گیا

وہ صاف اپنے قول وقسم سے مکر گیا
اے میرے دل وہ تیرا بھروسہ کدھر گیا

مہندی تو پائے ناز کی آخر اتر گئی
اب مجھ کو فکر ہے مرا سجدہ کدھر گیا

اس رشک ماہ تک مرا پہونچا نہیں پیام
شاید پرائی چھت پہ کبوتر اتر گیا

سورج غروب ہونے کے منظر میں گم تھا میں
مجھ کو پتہ نہیں مرا سایہ کدھر گیا

کیا کہیے اس کی سادہ مزاجی کو اے علیم
شبنم بھی پیچھے پیچھے تھی شعلہ جدھر گیا

غزل

بات پر جس روز بھی میری خودی آجائے گی
میرے دروازے پہ اس کی پالکی آجائے گی

بادہ نوشوں میں اگر پاکیزگی آجائے گی
خودبخود ساغر کے اندر چاندنی آجائے گی

باڑھ پر جس دن محبت کی ندی آجائے گی
گاؤں میں چاروں طرف آفت بڑی آجائے گی

کس لئے مایوس ہوں گلشن کے مستقبل سے ہم
چشم نرگس میں بھی اک دن روشنی آجائے گی

کامرانی دوڑ کر اک اک کے چومے گی قدم
بے ہنر لوگوں کو جب کاریگری آجائے گی

ہر کسی کی چھت پہ برسیں گے محبت کے خطوط
ہر کبوتر کو اگر پیغمبری آجائے گی

غزل

ہیں دائیں بائیں مرے غمگسار کیا ہوگا
پتہ نہیں مرے پروردگار کیا ہوگا

جب اپنے آپ پہ خود مجھ کو اعتبار نہیں
تو دوسروں پہ مجھے اعتبار کیا ہوگا

کسی میں ذوق اسیری نظر نہیں آتا
نہ جانے مصرفِ گیسوئے یار کیا ہوگا

شہید ہوں گے اگر یونہی شہر یار چمن
ترا سہاگ عروسِ بہار کیا ہوگا

انہیں بتاؤ جو شام وسحر کے مارے ہیں
علاج گردشِ لیل و نہار کیا ہوگا

مرے خدا سے ملی بھیک پر جو زندہ ہے
وہ زندگی کا مری ذمہ دار کیا ہوگا

مرے عروج کو دنیا میں جب ملا نہ دوام
مرا زوال بھلا پائیدار کیا ہوگا

ہے اک سوال مراتم سے دشمنانِ غزل
یہ اعترافِ مقامِ خمارؔ کیا ہوگا

مری غزل کا ہراک شعر پھول سا ہے علیمؔ
کسی کی خاطرِ نازک پہ بار کیا ہوگا

☆☆☆
☆

غزل

ہم تو ٹھہرے اہل دل ہم کیا کہیں کیا چاہئے
قیس کو دونوں جہاں میں صرف لیلا چاہئے

پیار کی رسمیں نبھانا کیا کوئی آسان ہے
جتنے دن باتیں بنے باتیں بنانا چاہئے

کس کو فرصت ہے جو دیکھے دل کے اندر جھانک کر
اب محبت کو ہتھیلی پر سجانا چاہئے

ہوگیا جب اپنے اک اک قول سے وہ منحرف
اب ہماری بھی قسم کو ٹوٹ جانا چاہئے

ماہ و انجم تم پہ فقرے کس رہے ہیں سوچ لو
اب تو تم کو آسماں سے لوٹ آنا چاہئے

رنج و غم کی دھوپ میں بھی پھوٹتی ہیں کوپلیں
جب کہ شاخ آرزو کو سوکھ جانا چاہیے

روز محشر ہوگا میرا اور بجلی کا حساب
مجھ کو اپنے آشیاں کا تنکہ تنکہ چاہیے

اب تو پہونچی ہے ہماری تشنگی معراج پر
اب تو دریاکو ہمارے پاس آنا چاہیے

انتظار یار کی مدت نہیں کوئی علیم
منتظر کو عمر بھر شمع جلانا چاہیے

☆☆☆

☆

غزل

ہر شخص کی تجھ پر ہے نظر رشکِ قمر دیکھ
دزدیدہ نگاہوں سے نہ لِلہ ادھر دیکھ

جس سمت ترا دل کہے منظورِ نظر دیکھ
میں تجھ سے یہ ہرگز نہ کہوں گا کہ ادھر دیکھ

اس تیرگیِ شب میں ذرا بھی نہیں ڈر دیکھ
کس شان سے لپٹی ہے اندھیرے میں سحر دیکھ

جو پھول ہے وہ آگ لگانے پہ تلا ہے
اب روز گلستاں میں یہی رقص شرر دیکھ

دنیا کے مسائل ہیں ابھی اپنے جہاں میں
کیا کوئی ضروری ہے ستاروں کے ادھر دیکھ

یہ دن مرے آرام سے سو جانے کے دن ہیں
اب میری شبِ غم تو کسی اور کا گھر دیکھ

پاکیزہ نگاہوں پہ کوئی قید نہیں ہے
پاکیزہ نگاہیں ہوں تو پھر چاہے جدھر دیکھ

فردوس کے دیدار میں لگ جائیں گے برسوں
فی الحال مری رائے ہے محبوب کا در دیکھ

کل ہی تجھے جانا ہے علیم اپنے سفر پر
کچھ کم تو نہیں ہے ذرا سامانِ سفر دیکھ

☆☆☆
☆

غزل

بندۂ حق جو حق نما ہوتا
روز اک کفر ٹوٹتا ہوتا

میری اچھائی پہ ہے جب تنقید
کیا برا تھا جو میں برا ہوتا

جب تڑپنے کے دن تھے تڑپے ہم
زندگی بھر تڑپ کے کیا ہوتا

اتنی قربت ہے دونوں عاجز ہیں
کم سے کم کچھ تو فاصلہ ہوتا

اٹھ کے گرتی ہے بار بار نقاب
کاش یہ فیض جاریہ ہوتا

مرے ارماں کے اتنے پیڑوں میں
ایک پتہ کہیں ہرا ہوتا

آئے دن آگ اور خون کا کھیل
کوئی اچھا سا حادثہ ہوتا

لوگ اس کو جدا سمجھتے ہیں
وہ بھلا ہم سے کیوں جدا ہوتا

ہم جو جیتے ہزار سال علیم
زندگی کا نہ حق ادا ہوتا

☆☆☆
☆

غزل

ناچتی ہے دشت پیمائی نظر کے سامنے
ریت اب اڑنے لگی ہے میرے گھر کے سامنے

آپ اک پتھر کے ٹکڑے سے ڈراتے ہیں مجھے
ٹوٹ جاتی ہیں چٹانیں میرے سر کے سامنے

لگ رہا ہے کوئی فتنہ سر اٹھائے گا ضرور
سرکشوں کی بھیڑ ہے کیوں سنگ در کے سامنے

نکہت گل کو تو ہم تسلیم کرتے ہیں مگر
گل کی کیا ہے حیثیت زخمِ جگر کے سامنے

جرأتِ پرواز میں گرمی اگر ہوتی تو پھر
کیا حقیقت تھی قفس کی بال و پر کے سامنے

ہم اجالے کو بھلا کیسے نہ سمجھیں لازوال
رات نے جب خودکشی کرلی سحر کے سامنے

اہل زر کی ساری عظمت مفلسی کے دم سے ہے
ہندسے کی شان بڑھتی ہے صفر کے سامنے

سائیں سائیں کررہی ہے اک زمانہ ہوگیا
وہ جو ہے پکی حویلی کچے گھر کے سامنے

پھول سے اشعار پر بھی ہے نکتہ چینی اے علیم
چھیڑدی تم نے غزل کس فتنہ گر کے سامنے

☆☆☆

☆

غزل

دیتی ہیں تھپکیاں تری پرچھائیاں مجھے
رشک بہشت ہیں مری تنہائیاں مجھے

میرے نصیب میں سہی آہ وفغاں مگر
اب تو سنائی دیتی ہیں شہنائیاں مجھے

کتنے عروج پر ہے مرے عشق کا وقار
حاصل ہیں کوئے یار کی رسوائیاں مجھے

مائل ہے چشم مست ادھر لگ رہا ہے اب
آواز دیں گی جھیل کی گہرائیاں مجھے

قائم ہے میرے درد کا اب تک وہی بھرم
اب بھی سلام کرتی ہیں پُروائیاں مجھے

اس دورِ سرکشی کی کشاکش کے درمیاں
لگتی ہے پرسکون جبیں سائیاں مجھے

جو تھے خراب وہ تو بلندی پہ ہیں علیم
پستی میں لے گئیں مری اچھائیاں مجھے

غزل

ان کی کل شب خواب میں تشریف تھی آئی ہوئی
رات بھر آرام سے پھر جلوہ آرائی ہوئی

جب جنون عشق میں بھرپور سچائی ہوئی
شہر کے اندر بھی رہ کر دشت پیمائی ہوئی

روئے روشن سے اٹھادی جب کبھی اس نے نقاب
چاند کی ذلت ہوئی سورج کی رسوائی ہوئی

ساقی میخانہ خود پیتا تھا کتنے شوق سے
کچھ دنوں پہلے مرے ساغر کی چھلکائی ہوئی

یا خدا کیوں میرا دل مائل ہے دنیا کی طرف
یہ تو دنیا ہے مرے پیروں کی ٹھکرائی ہوئی

جب خدا کے در پہ سجدے سے ہمیں انکار تھا
دوسروں کے در پہ آخر کیوں جبیں سائی ہوئی

وقت سے پہلے قیامت کا نہیں اٹھتا سوال
یہ قیامت تو کسی بندے کی ہے ڈھائی ہوئی

جھوٹ کی شیرازہ بندی اس طرح یاروں نے کی
پانی پانی انجمن میں میری سچائی ہوئی

بند بالکل ہوگئی جب دل کی دھڑکن اے علیم
تب کہیں جا کر مکمل میری تنہائی ہوئی

☆☆☆

☆

غزل

جاں کسی پر نثار کیا کرتے
جو تھے بزدل وہ پیار کیا کرتے

ہم اسے شرمسار کیا کرتے
ہم تو تھے وضعدار کیا کرتے

خوگرزخم ہم نہ ہوتے اگ
تم زباں کی کٹار کیا کرتے

میری قسمت میں غم کی دھوپیں تھیں
گیسوئے سایہ دار کیا کرتے

خودپسندی سے جو تھے خود مجبور
دوسروں سے وہ پیار کیا کرتے

ہم تھے نااہل نغمہ آہنگ
اس کی بینا کے تار کیا کرتے

جن پہ طوفاں کی ذمہ داری تھی
ناؤ میری وہ پار کیا کرتے

پھول ہم سے کبھی گنے نہ گئے
زخم دل کے شمار کیا کرتے

ہم نے دیکھا دھواں دھواں گلشن
ہم یقینِ بہار کیا کرتے

آشنا جو نہ تھے محبت سے
پیرویِ خمار کیا کرتے

ہم تو ٹھہرے خدا پرست علیمؔ
سجدۂ پائے یار کیا کرتے

☆☆☆

غزل

نہ کوئے یار میں انساں اگر قیام کرے
تو پھر یہ زندگی آخر کہاں تمام کرے

زمانہ جس کی جوانی کا احترام کرے
وہ قتل خاص کرے چاہے قتل عام کرے

جو آئے دن مری خوشیوں کا اہتمام کرے
کبھی کبھی وہی نیندیں مری حرام کرے

گھٹا سی زلف خدا نے اسے عطا کی ہے
وہ ضد پہ ہو تو بھری دوپہر میں شام کرے

کبھی یہ حال کی محتاج اک کرن کے لئے
کبھی یہ رنگ کہ سورج ہمیں سلام کرے

حقوق اپنی ہی خود داریوں کے کیا کم ہیں
ترے غرور کو کب تک کوئی سلام کرے

سمجھ چکے ہیں ہم اب تو کرن کرن کا مزاج
گھما پھرا کے نہ اب روشنی کلام کرے

چہار سمت ہیں ہمدردیوں کی دھوم علیم
کہاں سے کوئی تڑپنے کا انتظام کرے

☆☆☆
☆

غزل

رنجشیں یہ جتنی ہیں سب ہٹاؤ جاں ناناں
آؤ میری پلکوں پر بیٹھ جاؤ جاں ناناں

یاد مجھ کو آتے ہیں گردشوں کے دن اپنے
چوڑیاں کلائی میں مت گھماؤ جاں ناناں

پھول سی ہتھیلی پر مہندیاں رچائی ہیں
لاؤ میرے ہاتھوں میں ہاتھ لاؤ جاں ناناں

چھاگئی گھٹا کیسی دیکھو برق وہ چمکی
اب نہ جاؤ جا ناناں اب نہ جاؤ جا ناناں

عقلمندیاں اپنی تم بہت دکھاتے ہو
جو ہمارے دل میں ہے جان جاؤ جاں ناناں

وہ تمہارے سو وعدے وہ علیم کی قسمیں
سب پرانی باتیں ہیں بھول جاؤ جاں ناناں

غزل

جن لوگوں کے سینے میں حرارت نہیں ہوگی
ان کو کبھی توفیق محبت نہیں ہوگی

سرسبز کبھی اس کی محبت نہیں ہوگی
جس شخص کے آنگن میں قیامت نہیں ہوگی

ہم رکھتے ہیں اس ابروئے خمدار پہ ایمان
ہم کو کبھی خنجر کی ضرورت نہیں ہوگی

ہم آپ کا رخسار حسیں دیکھ چکے ہیں
مہتاب پہ اب ہم کو قناعت نہیں ہوگی

جو پردہ اٹھانے کے ہیں شدت سے مخالف
ان لوگوں میں دیدار کی طاقت نہیں ہوگی

بتلائیں گے کل کوچہ جاناں کے یہ پھیرے
جنت جسے سمجھے ہیں وہ جنت نہیں ہوگی

یہ یاد رہے بزم سے اٹھ جائیں گے جب ہم
تاحشر تمہیں میری زیارت نہیں ہوگی

سو جائیں گی کل جب یہ مری پھول سی غزلیں
پھر چاند سے رخسار میں برکت نہیں ہوگی

جو حال ہمارا ہے علیم اس سے ہے ظاہر
اب ان کی جوانی بھی سلامت نہیں ہوگی

☆☆☆
☆

غزل

ذہن میں گیسوئے محبوب کے سائے رکھنا
ہجر کی رات کو انگلی پہ نچائے رکھنا

لب پہ دو پھول تبسم کے کھلائے رکھنا
غم میں بھی رنگ مسرت کا بچائے رکھنا

اس کی رفتار پہ تنقید تو سب کرتے ہیں
کوئی آسان ہے یوں حشر اٹھائے رکھنا

اک زمانہ تھا کہ پردے کا سرکنا تھا محال
اب سعادت ہے نقابوں کو اٹھائے رکھنا

اک نصیحت ہے مری پھول پہننے والو
کوئی کانٹا بھی رگ جاں میں چھپائے رکھنا

لوگ مصروف ہیں تبلیغ خرد مندی میں
آپ کا فرض ہے دیوانہ بنائے رکھنا

غیر ممکن ہے کرم حسن کا ہم پر ہو علیم
آس بارش کی نہ سورج سے لگائے رکھنا

غزل

بے وفا کہہ کہہ کے اس کا دل جلا دیتے ہیں لوگ
جنت الفردوس پہ بجلی گرادیتے ہیں لوگ

شان کیوں کالی گھٹاؤں کی گھٹادیتے ہیں لوگ
اب تو زلفیں کھول کر قصداً اڑادیتے ہیں لوگ

ایک غم پر دس لطیفے اب سنادیتے ہیں لوگ
آنکھ ہوجاتی ہے نم اتنا ہنسادیتے ہیں لوگ

گفتگو میں کیا ضروری ہے کہ آنکھیں ہوں شریک
بات کرنے میں نقابیں کیو ں اٹھادیتے ہیں لوگ

متفق ہیں لوگ اس کی بے وفائی پر مگر
اب بھی اس کی رہ میں آنکھیں بچھادیتے ہیں لوگ

پہلے شمعیں رات کو جلتی تھیں لیکن آج کل
دوپہر کے وقت بھی شمعیں جلادیتے ہیں لوگ

تم محبت میں نقاب رخ اٹھاسکتے نہیں
آج کل تو پیار میں کیا کیا لٹادیتے ہیں لوگ

اے خدا کتنا عجب ہے تیرے بندوں کا مزاج
بت کی اندھی چاہ میں مسجد گرادیتے ہیں لوگ

بارہا اعزاز فنکاروں کو لوگوں نے دیئے
ہم کو اب یہ دیکھنا ہے ہم کو کیا دیتے ہیں لوگ

تم خلوص فن پہ قائم یوں ہی رہنا اے علیم
شاعری کو حیلۂ روزی بنادیتے ہیں لوگ

☆☆☆

☆

غزل

خوشبو ترے آنچل کی عطا کون کرے گا
تقسیم یوں جنت کی ہوا کون کرے گا

اے شیخ یہاں توبہ بھلا کون کرے گا
ہم بن گئے اچھے تو برا کون کرے گا

ناراض وہ ہو جائیں تو پھر جینا ہے بیکار
واللہ مرے ان کو خفا کون کرے گا

ہمت ہو تو بکھرا دو کسی شوخ کے گیسو
تم لوگوں میں تقلید صبا کون کرے گا

آنکھوں میں جو آنسو ہیں تو پھیلا ہوا آنچل
ایسے مرے مرنے کی دعاء کو ن کرے گا

Internet Edition 2017 by Yasir Jamal Usmani

کس شان سے نکلے ہیں اسے ڈھونڈھنے والے
ان ڈھونڈھنے والوں کا پتہ کون کرے گا

ہر رشکِ گل تازہ کی چٹکی میں نمک ہے
ان میں مرے زخموں کی دوا کون کرے گا

جب بزم تغزل میں علیمؔ آپ نہ ہوں گے
جو حق ہے غزل کا وہ ادا کون کرے گا

☆☆☆

☆

غزل

موت آتی ہے زمانے کی تو مر جانے دو
کم سے کم اس کی جوانی تو گزر جانے دو

ہوش ہر شخص کو آجائے گا انشاء اللہ
اس کی ان مست نگاہوں کا اثر جانے دو

جاگ اٹھیں گے ابھی ایسی ضرورت کیا ہے
دھوپ دیوار سے کچھ اور اتر جانے دو

کوئی منزل نہیں رہ جائے گی سر ہونے کو
آدمی کو ذرا اللہ سے ڈر جانے دو

وقت کے ہاتھ کا پھینکا ہوا پتھر ہوں میں
اب تو مجھ کو کسی شیشے میں اتر جانے دو

دیکھنا چومیں گے آ آ کے چمن میرے قدم
مجھ کو زخموں سے ذرا اور سنور جانے دو

توڑ دو بڑھ کے یہ مفروضہ وفاؤں کے حصار
دل کی آواز جدھر جائے ادھر جانے دو

مدتیں ہو گئیں اک بات مرے ذہن میں ہے
سوچتا ہوں تمہیں بتلاؤں مگر جانے دو

پھول سے لب پہ مری ہو گی برائی اے علیم
مرے اشعار کو چلمن کے ادھر جانے دو

☆☆☆
☆

غزل

مری حسرت نظر کیا ترا کیا نقاب اٹھانا
نہ ترا رہا زمانہ نہ مرا رہا زمانہ

ہے سبھی کی زندگی میں کوئی موت کا بہانہ
تری جھیل جیسی آنکھیں مرا ان میں ڈوب جانا

تری دوستی کے پیچھے مرا خون میں نہانا
میں تو بن سنور چکا ہوں ذرا آئینہ اٹھانا

یہ ملامتوں کے پتھر تو سدا سے چل رہے ہیں
کبھی تم بنے نشانہ کبھی ہم بنے نشانہ

جو خدا سے اس کو مانگوں تو علیم کیسے مانگوں
مری شکل عارفانہ مرا دل شراب خانہ

☆☆☆

☆

غزل

ان سے تعلقات نہ پیدا کریں گے ہم
یہ اور بات ہے انہیں چاہا کریں گے ہم

ہم جانتے ہیں تشنگیء دید کے مزے
وہ سامنے بھی آئیں تو پردہ کریں گے ہم

بے چینیوں پہ لوگ اٹھاتے ہیں انگلیاں
اب اور احتیاط سے تڑپا کریں گے ہم

تم آئینوں کی رائے سے کیوں فکر مند ہو
تم کو اسی نگاہ سے دیکھا کریں گے ہم

ہم جا رہے ہیں آؤ تمہیں پھر سے دیکھ لیں
کیا روز روز لوٹ کے آیا کریں گے ہم

ہم قائل نماز محبت تو ہیں مگر
آوارہ آنچلوں پہ نہ سجدہ کریں گے ہم

ہم میکدے میں تشنہ دہن ہیں مگر علیم
کیا صرف اتنی بات پہ توبہ کریں گے ہم

غزل

اثر انداز کس پر جلوئے جاناں نہیں ہوتا
اے شیخ محترم فولاد کا ایماں نہیں ہوتا

بحمداللہ اپنی مشکلیں جیسی تھیں ویسی ہیں
ہمارے گھر سوال گردش دوراں نہیں ہوتا

ہمارے گرم ہونٹوں کی انہیں بیحد ضرورت ہے
خود اپنا آپ ہی منھ چومنا آساں نہیں ہوتا

محبت میں بھی اپنا رنگ دکھلاتی ہیں تقدیریں
محبت میں سبھی کا مشغلہ یکساں نہیں ہوتا

نہ جانے یہ پریشانی کی آخر کون منزل ہے
ہمارا دل اب ان سے مل کے بھی شاداں نہیں ہوتا

علیم اپنی یہ الجھن اصل میں بیحد ضروری ہے
بغیر اس کے جواز گیسوئے پیچاں نہیں ہوتا

غزل

جادو جو اسکی مست نگاہوں کا عام ہو
جو کچھ بھی جس کے پاس ہو سب اس کے نام ہو

شوخی ہو تیزیاں ہوں کہ طرزِ سلام ہو
اس کی کسی ادا میں ہمیں کیوں کلام ہو

اس کے شباب کا بھی تو کچھ احترام ہو
اس کی اگر خوشی ہو تو پھر قتل عام ہو

کرتے ہیں یہ شراب کی کیسی مذمتیں
اللہ واعظوں کو نہ توفیق جام ہو

پابوسیوں پہ اس کو نہ مجبور تم کرو
مشرب میں جس کے پھول کا بوسہ حرام ہو

رسوائیوں کا اپنی ہمیں کوئی غم نہیں
ہم نیک نام ہوں تو تمہیں نیک نام ہو

تنہائیاں تو دل کی اداسی سے ہیں علیم
شہروں کی شام ہو کہ بیاباں کی شام ہو

غزل

پہلے اسیرِ گیسوئے پیچاں کئے گئے
پھر خوب خوب لوگ پریشاں کئے گئے

نظروں کی زد پہ عارضِ تاباں کئے گئے
برباد جان بوجھ کے ایماں کئے گئے

دامن مرے لہو سے گلستاں کئے گئے
میرے لئے بہشت کے ساماں کئے گئے

سب تو دعائے فصلِ بہاراں کئے گئے
ہم تو مزے سے چاک گریباں کئے گئے

شمس و قمر کے کتنے قصیدے سنے مگر
ہم احترامِ عارضِ جاناں کئے گئے

کوئے بتاں کے موڑ پہ واعظ کے حکم سے
بالجبر کتنے لوگ مسلماں کئے گئے

رجحان دہشتوں کا بہت جب بڑھا تو پھر
قصداً بہت سے شہر بیاباں کیے گئے

آنکھیں یہ کیوں چراتے ہیں شرمندگی سے لوگ
ہم تو ہزار بار پریشاں کیے گئے

دنیا نہ راز اشک ندامت سمجھ سکی
قطرے میں قید سیکڑوں طوفاں کیے گئے

ہم کو غم حیات کی کوئی خبر نہیں
ہم تو طوافِ کوچۂ جاناں کیے گئے

وہ کیوں نہ آسکے یہ ہمیں کیا پتہ علیم
ہم اتنا جانتے ہیں چراغاں کیے گئے

☆☆☆
☆

غزل

بہتان اس کو رکھنے دو ہم پر کبھی کبھی
سولی پہ چڑھ گئے ہیں پیمبر کبھی کبھی

لایا ہے وہ بھی وقت مقدر کبھی کبھی
بھٹکے ہیں جنگلوں میں سکندر کبھی کبھی

وہ یاد ہم کو کرتے ہیں کیوں ہم سمجھ گئے
پیاسے کو ڈھونڈھتا ہے سمندر کبھی کبھی

اس کی ہنسی کا ہو نہ سکا ہم سے انتظار
ہم مر مٹے جبیں کی شکن پر کبھی کبھی

وہ بے پناہ شیرہ زبانی کے باوجود
دل میں اتار دیتا ہے خنجر کبھی کبھی

محشر سے کیا ڈرائیں گے اس کو جنابِ شیخ
چھپ چھپ کے جس سے ملتا ہے محشر کبھی کبھی

اس کی نشیلی آنکھ پہ ہم کو تھا وہ غرور
ساغر کو مار دیتے تھے ٹھوکر کبھی کبھی

ویسے تو زندگی ہے جہنم مری مگر
جنت سلام کرتی ہے آ کر کبھی کبھی

خط آئے یا نہ آئے مگر میری چھت کے پاس
اڑتا ہے اک سفید کبوتر کبھی کبھی

اس رشکِ گل کے پاس بھی رہ کر ہمیں علیم
رکھنا پڑا ہے سینے پہ پتھر کبھی کبھی

☆☆☆
☆

غزل

کھلی چھت پہ زلفیں اڑانا ہمیشہ
گھٹاؤں سے شرطیں لگانا ہمیشہ

سوالوں کی دھومیں مچانا ہمیشہ
جوابوں سے آنکھیں چرانا ہمیشہ

مجھے بارِ غم ہے اٹھانا ہمیشہ
برائے کرم ظلم ڈھانا ہمیشہ

کتابیں وظائف کی میں کیا کروں جب
ترا نام ہے لب پہ آنا ہمیشہ

وہ آیا کبھی آج تک حسب وعدہ؟
تراشہ ہے اس نے بہانہ ہمیشہ

خفا تم نہ ہو میری جھنجھلاہٹوں سے
الجھتا ہے زلفوں سے شانہ ہمیشہ

کبھی صاف لفظوں سے کچھ بھی نہ کہنا
پہیلی ہمیں تم بجھانا ہمیشہ

بھلا دو ہمیں تم بصد شوق لیکن
اگر ہوسکے یاد آنا ہمیشہ

مصیبت ہو راحت ہو دکھ ہو کہ سکھ ہو
غزل کا ہے موسم سہانا ہمیشہ

علیم اس کی چاہت سے مجبور ہم ہیں
رہے گا یہ لکھنا لکھانا ہمیشہ

☆☆☆
☆

غزل

حوصلے عرش معلیٰ پہ ہیں نادانوں کے
ایک ہی جلوے میں پر جل گئے پروانوں کے

آج سنتے ہیں وہ چہرے سے اٹھائیں گے نقاب
آج اڑ جائیں نہ پرزے کہیں ایمانوں کے

بت سے نفرت کا سبق دے نہ ہمیں تو واعظ
کفر دیکھے ہیں بہت ہم نے مسلمانوں کے

پھول پھل آئیں نہ آئیں یہ خدا کی مرضی
ہم نے کچھ پیڑ لگا رکھے ہیں ارمانوں کے

الجھنوں سے جو ملے راز وہ کہہ دوں میں اگر
بھید کھل جائیں گے سلجھے ہوئے انسانوں کے

مست آنکھوں پہ نہ لکھیں تو کہاں جائیں علیم
معتقد ہم تو ہمیشہ سے ہیں میخانوں کے

غزل

تمہارے پیار کی برکت نہیں گئی اب تک
مرے قلم سے ٹپکتی ہے چاندنی اب تک

ہمارے ساتھ جو کی اس نے دشمنی اب تک
وہ دشمنی ہمیں لگتی ہے دلگی اب تک

مری خوشی پہ کبھی کوئی آنچ آ نہ سکی
غم حیات کو میں نے شکست دی اب تک

انہیں پیام محبت پہونچ گیا لیکن
مجھے رسید محبت نہیں ملی اب تک

گیا تھا ترک تعلق کی جو قسم کھا کر
سلام آتے ہیں اس کے کبھی کبھی اب تک

میں اپنی پیاس کا اظہار کر سکا نہ کبھی
ہے ویسے میری سمندر سے دوستی اب تک

بحال ہوگئے ان سے تعلقات مگر
گرہ جو دل میں پڑی تھی نہیں کھلی اب تک

خدا نے آگے مقدر میں جو لکھا ہو علیم
بتوں میں کاٹ دی ہم نے یہ زندگی اب تک

☆☆☆
☆

غزل

نظر والوں سے آرائش کے منظر بات کرتے ہیں
زباں رہتی ہے چپ کانوں کے گوہر بات کرتے ہیں

تمہارے بام پر جب دو کبوتر بات کرتے ہیں
یہ لگتا ہے کہ آپس میں پیمبر بات کرتے ہیں

کبھی سرگوشیاں کرتے ہیں اس کے ہاتھ کے کنگن
کبھی اس شوخ کے پیروں کے زیور بات کرتے ہیں

اگر حسنِ نظر ہو رشکِ گل ہیں خار وصحرا بھی
اگر حسنِ سماعت ہو تو پتھر بات کرتے ہیں

تونگر خیر مانا ہم نے اتراتے ہیں دولت پر
گداگر کیوں بہ اندازِ سکندر بات کرتے ہیں

کسی دن کھولوں گا میں راز اپنی تشنہ کامی کا
ہمیشہ مجھ سے بڑھ بڑھ کر سمندر بات کرتے ہیں

ادھر کچھ دن سے ہم یہ دیکھتے ہیں اس کے عالم پر
بڑی سنجیدگی کے ساتھ محشر بات کرتے ہیں

علیم اب تک شکن دیکھی نہ ہم نے ان کے ابرو پر
باانداز غزل ہم ان سے مل کر بات کرتے ہیں

☆☆☆
☆

غزل

بتادو جو مجھ سے محبت نہیں ہے
تکلف کی کوئی ضرورت نہیں ہے

جوانی میں جب تک شرارت نہیں ہے
قیامت مکمل قیامت نہیں ہے

غلط ہے کہ غم میں مسرت نہیں ہے
فقیروں میں کیا بادشاہت نہیں ہے

کسی کی طرف کیا نگاہیں اٹھاؤں
کوئی آپ سے خوبصورت نہیں ہے

محبت سے آخر جھجھکتے ہو کیوں تم
محبت خلافِ شریعت نہیں ہے

فرشتے نہ کترائیں کیسے خطا سے
یہ دولت تمہاری بدولت نہیں ہے

تسلی نہ ہوگی کسی آئینے سے
اگر معتبر اپنی صورت نہیں ہے

علیم آج بھی ہم غزل لکھ رہے ہیں
یہ کیا میری زندہ کرامت نہیں ہے

☆☆☆
☆

غزل

ترے ساتھ رہ کے میری بھی عجیب زندگی ہے
کبھی دھوپ رات میں ہے کبھی دن میں چاندنی ہے

تری یاد کا ہے جنگل ترے غم کی بانسری ہے
وہ کبھی جو تھی تمنا وہ تو طاق پر پڑی ہے

میں تو خود یہ مانتا ہوں ہے گلاب اس کا چہرہ
مگر اس کی جو زباں ہے وہ تو آگ کی بنی ہے

ہے علیم گر غزل میں تو ہے شرط عشق جاناں
نہ شراب ہے مقدم نہ شباب لازمی ہے

☆☆☆

☆

غزل

آنچل ہمارے نام سے نم کر رہے ہو تم
کاجل کو اپنے مفت میں کم کر رہے ہو تم

ہنس ہنس کے اس طرح سے ستم کر رہے ہو تم
معلوم ہو رہا ہے کرم کر رہے ہو تم

ذکر جفا پہ جھک گئیں آنکھیں یہ کس لئے
تسلیم یعنی اپنے ستم کر رہے ہو تم

حلقہ بگوش زلف جو ہیں جائیں گے کہاں
کیوں ختم اپنی زلف کے خم کر رہے ہو تم

ہونٹوں پہ کس لئے ہے یہ تلوار سی ہنسی
میری غزل کے سر کو قلم کر رہے ہو تم

ہم نکتہ نگاہ کبھی بیچتے نہیں
کیوں اہتمام دام درم کررہے ہو تم

انگلی اٹھا رہے ہو جو ہم اہل عشق پر
اچھا نہیں یہ شیخ حرم کررہے ہو تم

کل رہنمائی راہ وفا میں کرے گا کون
پامال میرے نقش قدم کررہے ہوتم

وہ بات اب تمہاری نہیں ہیں نہیں علیمؔ
اندر سے لگ رہا ہے کہ غم کررہے ہوتم

☆☆☆
☆

غزل

جاری تری یادوں کے وظیفے ہیں ابھی تک
مصروف اسی دھن میں پپیہے ہیں ابھی تک

دیدار نگاراں کا ہوا ایک زمانہ
آنکھوں میں مگر چاند کے ٹکڑے ہیں ابھی تک

مدت ہوئی اس انجمن ناز کو چھوڑے
بھیگے ہوئے کتنوں کے دوپٹے ہیں ابھی تک

کیا کیا نہ میرے حق میں تھے الفاظ ملامت
محفوظ مرے پاس وہ طمغے ہیں ابھی تک

سچ بات اگر پوچھئے وہ اس سے ہے ناراض
ہم جھوٹ کو کیوں جھوٹ سمجھتے ہیں ابھی تک

اپنی وہ قسم تم نے تو مٹی میں ملادی
تابندہ میرے قول کے ہیرے ہیں ابھی تک

یہ سچ ہے کہ پائل کی کھنک سوگئی لیکن
یہ کان ہیں کمبخت کہ بجتے ہیں ابھی تک

ہر شخص علیم اپنی جگہ بن گیا معبود
اک ہم ہیں جو اللہ کے بندے ہیں ابھی تک

☆☆☆
☆

Internet Edition 2017 by Yasir Jamal Usmani

غزل

یہ ردا رخ پہ تم نے تانی ہے
یا کی شیشے سے دھوپ چھانی ہے

کچھ نظر نے ضرور ٹھانی ہے
تیر کی نوک پر جوانی ہے

سرخ چہرہ ہے آنسوؤں سے تر
آگ کی سلطنت میں پانی ہے

وہ تو وعدہ خلاف ہے لیکن
کتنی دلکش غلط بیانی ہے

ان سے مل کر عرق عرق ہوں میں
مجھ سے مل کر وہ پانی پانی ہے

کیوں نہ راہوں میں اسکی جاں جائے
جان جب ایک روز جانی ہے

کیوں ہیں چرچے حیات فانی کے
موت کیا کوئی غیر فانی ہے

اس نے باندھے ہیں پیر میں گھنگرو
حشر کی یہ کھلی نشانی ہے

غم کے ماروں پہ ہنستے ہیں جو علیم
ان کی خطرے میں شادمانی ہے

☆☆☆
☆

غزل

دہرائے جائیں غم کے نہ قصے خدا کرے
اب پی کو بھول جائیں پپیہے خدا کرے

دھوپوں کو بڑھ کے گھیر لیں سائے خدا کرے
گیسوہوں اور آپ کے لمبے خدا کرے

اتنے بڑھیں یہ آپ کے فتنے خدا کرے
پیچھے ہو حشر آپ ہوں آگے خدا کرے

کھوئیں نہ ہوش خاک کے پتلے خدا کرے
قائم رہیں زمین کے رتبے خدا کرے

ٹوٹے خدا کرے نہ روایت نقاب کی
مغرب سے آفتاب نہ نکلے خدا کرے

ظلمت کی چھاؤں میں بھی ہماری ہے یہ دعاء
اچھے رہیں یہ چاند کے ٹکڑے خدا کرے

ڈالے ہیں آپ نے جو تمنا کی ڈال پر
ٹوٹیں نہ احتیاط کے جھولے خدا کرے

نکلی صبا کے منھ سے یہ کیوں بددعاء علیم
تتلی کبھی نہ پھول کو چومے خدا کرے

☆☆☆
☆

غزل

دھوم ارمانوں کے رگ رگ میں مچی ہوتی ہے
کس قدر توبہ شکن اس کی ہنسی ہوتی ہے

کتنی باریک ہے چادر جو تنی ہوتی ہے
کس نئے ڈھنگ سے اب شیشہ گری ہوتی ہے

لال جوڑا ہی پہننا نہیں خوشیوں کی دلیل
آگ میں قید کبھی سرخ پری ہوتی ہے

میں کسی سمت نگاہیں جو اٹھاؤں تو برا
کیا مصیبت یہ وسیع النظری ہوتی ہے

اس نے کی ہے مرے خوابوں کے چمن پر تنقید
یعنی نرگس میں بھی اب دیدہ وری ہوتی ہے

کیا یہی ہے مرے معراجِ الم کی منزل
تم سے مل کر بھی نہیں کوئی خوشی ہوتی ہے

ہم فرشتہ تمہیں واعظ نہ کریں گے تسلیم
آدمی میں تو بہرحال کمی ہوتی ہے

ہم انہیں وعدہ خلافی کا نہ دیں گے الزام
ہم سے خود ہی یہاں وعدہ شکنی ہوتی ہے

وہ فلک پر ہے غزل جم کے جو پڑھتا ہے علیمؔ
وہ زمیں پر ہے غزل جس کی لکھی ہوتی ہے

☆☆☆

☆

غزل

بیٹھے بٹھائے کیوں ہو جہنم کا ڈر مجھے
دروازۂ بہشت بلائے اگر مجھے

شک بھی ہے تیرے رخ کے پسینے پہ گر مجھے
میں کچھ نہیں کہوں گا خدا کا ہے ڈر مجھے

بیزار لگ رہی ہے اسی کی نظر مجھے
پہلے جو چاہتا تھا بہت ٹوٹ کر مجھے

قاتل مرے عزیز ہے تو کس قدر مجھے
آ پہلے تجھ کو چوم لوں پھر قتل کر مجھے

ہو جائے گا تو مشرق و مغرب میں سرخرو
دیکھیں گے لوگ خون میں جب تر بتر مجھے

ویرانیوں کا گھر میں مرے جب سے ہے قیام
صحرا کا لطف دیتا ہے خود اپنا گھر مجھے

اتنی پسند ہیں مجھے کمزوریاں تری
یکساں دکھائی دیتے ہیں عیب و ہنر مجھے

آنکھیں بتا رہی ہیں یزیدان وقت کی
پھر آج سربلند کرے گا یہ سر مجھے

مدت سے ہے علیمؔ مرا عرش پر قیام
کچھ لوگ ڈھونڈھتے ہیں ابھی فرش پر مجھے

☆☆☆
☆

غزل

تکلف کی نہ کل دیوار ہو یہ بھی تو ممکن ہے
جو ناممکن ہے آخرکار ہو یہ بھی تو ممکن ہے

ضروری تو نہیں آہٹ ملے ہر آنے والے کی
کوئی پازیب بے جھنکار ہو یہ بھی تو ممکن ہے

بتوں کی ہیں نگاہیں کتنے دن سے دل کی مسجد پر
یہ مسجد ایک دن مسمار ہو یہ بھی تو ممکن ہے

ہر ایک کی فتنہ سامانی کبھی یکساں نہیں ہوتی
کوئی محشر سبک رفتار ہو یہ بھی تو ممکن ہے

گلی میں تیری اب تو رات بھر پتھر برستے ہیں
یہ جنت کابل و قندھار ہو یہ بھی تو ممکن ہے

وہی لب میرؔ فرماتے ہیں گل کی پنکھڑی جس کو
وہ گل کی پنکھڑی تلوار ہو یہ بھی تو ممکن ہے

بتوں میں زندگی جس نے گزاری ہے علیمؔ اپنی
اسی کے لب پہ استغفار ہو یہ بھی تو ممکن ہے

غزل

جن لوگوں کو توفیق محبت ہی نہیں ہے
ان لوگوں کی تقدیر میں جنت ہی نہیں ہے

دن رات تری یادوں سے فرصت ہی نہیں ہے
برسوں سے ہمیں اپنی ضرورت ہی نہیں ہے

ہم چاند کی جانب کبھی نظریں نہ اٹھائیں
عارض پہ مگر ہم کو قناعت ہی نہیں ہے

جس بات کی رہتی ہے مرے دل میں تمنا
اس بات میں مرضیِ مشیت ہی نہیں ہے

قسمت سے ملا ہے ہمیں وہ شر کا زمانہ
ہم خیر بھی کرتے ہیں تو برکت ہی نہیں ہے

ہر جلوہ ہمیں کرتا ہے مائل بہ پرستش
جیسے ہمیں ادراکِ عبادت ہی نہیں ہے

دنیا کو ہے معلوم قیامت کا فقط نام
دنیا بھی تو مانوس قیامت ہی نہیں ہے

ہم جان بچالیں تو فدا کس پہ کریں گے
اب جان بچانے کی ضرورت ہی نہیں ہے

☆☆☆

☆

غزل

اس کے آگے تو کوئی بس مرا چلتا ہی نہیں
وہ کسی شکل سے شیشے میں اترتا ہی نہیں

اصل میں لوگوں کو معلوم نہیں راز حیات
جو تری راہ میں مرجائے وہ مرتا ہی نہیں

ترے چہرے کے علاوہ بھی ہیں چہرے لیکن
فیصلہ میری نگاہوں کا بدلتا ہی نہیں

میں نے دنیا میں بہت شام وسحر دیکھے ہیں
ایک سورج سے میں واقف ہوں جو ڈھلتا ہی نہیں

گفتگو کیسے ہو موضوع وفا پر اے علیم
وہ کسی بات پہ کچھ دیر ٹھہرتا ہی نہیں

☆☆☆

☆

غزل

نہ ہم شعلوں پہ لکھتے ہیں نہ انگاروں پہ لکھتے ہیں
اگر لکھتے ہیں ہم تو صرف رخساروں پہ لکھتے ہیں

ہمیں ہمدرردیاں ظاہر ہے حاصل ہو نہیں سکتیں
ہم اپنی داستانِ درد کہساروں پہ لکھتے ہیں

ہمیں اپنی جگہ کوئی غلط فہمی نہ ہوجائے
ہمارانام آخر کیوں وہ دیواروں پہ لکھتے ہیں

قیامت کیوں بپا ہوتی ہے آخر سننے والوں پر
اگر دوشعر ہم پائل کی جھنکاروں پہ لکھتے ہیں

بہت محتاط رہ کر ہم اٹھاتے ہیں قلم اپنا
اگراشکوں پہ لکھنا ہو تو ہم تاروں پہ لکھتے ہیں

ہمارے سامنے منظر ہے اپنے قتل ہونے کا
وہ سچ لکھتے ہیں جو ابرو کی تلواروں پہ لکھتے ہیں

غزل

ہر شخص پر ابھی یہ حقیقت عیاں نہیں
بازار ہو کہ گھر ہو محبت کہاں نہیں

بے میرے تذکرے کے کوئی داستاں نہیں
اب مجھ پہ منحصر مرا نام ونشاں نہیں

ٹوٹے غرور اس کا نہیں اب کوئی سوال
بلقیس اب وہاں ہے سلیماں جہاں نہیں

یاروں کی عافیت سے ہیں ہم مطمئن مگر
کیا ہم کو فکرِ خیریتِ دشمناں نہیں

صندل سے تم کہو تو میں بھر دوں تمہاری مانگ
فی الحال اختیار میں ہے کہکشاں نہیں

ساقی کا میکدہ ہو کہ ہو کوچہ بتاں
وہ کون سی جگہ ہے فرشتے جہاں نہیں

آئینہ رکھ کے سامنے بے باک کیوں ہو تم
کیا تم کو یہ یقیں ہے کہ شیشے میں جاں نہیں

صد شکر ہم شہید محبت ہوئے علیم
وہ بھی کوئی حیات ہے جو جاوداں نہیں

☆☆☆
☆

غزل

سو دکھ اٹھا کے بھی مری غیرت نہیں گئی
بندے کے در پہ میری ضرورت نہیں گئی

رسوا بھی ہو کے اس کی محبت نہیں گئی
سورج کی رات میں بھی تمازت نہیں گئی

پردیس میں بھی اس کی محبت نہیں گئی
دوزخ میں رہ کے خواہشِ جنت نہیں گئی

ہر بات پر ہیں اب بھی وہی نکتہ چینیاں
تیری وہ اختلاف کی عادت نہیں گئی

رہ کر بھی سرخ سرخ گلابوں کے درمیاں
جوہی کے پھول کی وہ نفاست نہیں گئی

میں نے شراب چھوڑ دی اس کے بھی باوجود
واعظ کے دل سے میری عداوت نہیں گئی

جب سے ہے میرے گھر میں قیامت کا اعتکاف
گھر سے مرے نکل کے قیامت نہیں گئی

عزت کے ساتھ لوٹتے کیا اس کے در سے ہم
جب آبروکسی کی سلامت نہیں گئی

آتے ہیں سنکے اب بھی پسینے اسے علیم
میرے کلام کی یہ کرامت نہیں گئی

☆☆☆
☆

غزل

ایمان بچانا کوئی آسان نہیں ہے
ظاہر ہے کہ فولاد کا ایمان نہیں ہے

جس شخص کی چہرے سے ٹپکتی ہے مسرت
یہ کوئی نہ سمجھے وہ پریشان نہیں ہے

اک بار کبھی اس کی محبت کو بھی پرکھو
جو تم پہ دل و جان سے قربان نہیں ہے

ہم جبہ و دستار کے قائل تو ہیں لیکن
عرفان الٰہی کی پہ پہچان نہیں ہے

ہم سے تو نہ ہوگی کبھی درباں کی خوش آمد
عرفان الٰہی کی پہ پہچان نہیں ہے

در پردہ ہر اک شخص بتوں کا ہے پرستار
اس دور میں کیا کوئی مسلمان نہیں ہے

کیا رات سے سمجھوتا ہمیں کرنا پڑے گا
فی الحال سحر ہونے کا امکان نہیں ہے

دکھ ہم نے اٹھائے ہیں بہت انکی گلی میں
فردوس میں رہنا کوئی آسان نہیں ہے

بچپن سے پڑھیں ہم نے محبت کی کتابیں
دشمن کی ابھی تک ہمیں پہچان نہیں ہے

تازہ ہیں علیمؔ آج بھی آنکھوں میں وہ لمحے
یادوں کا چمن آج بھی ویران نہیں ہے

☆☆☆
☆

غزل

مہک اٹھے جو در و بام ان کے آنے سے
حسد ہے خلد کو میرے غریب خانے سے

نتیجہ نکلا نہ کچھ تیر کے چلانے سے
جو جان دیتے تھے وہ ہٹ گئے نشانے سے

تمہاری دید کی حسرت سے جاں بلب ہے کوئی
تمہیں ثواب ملیگا نقاب اٹھانے سے

شراب چھوڑے ہمیں مدتیں ہوئیں لیکن
سلام آتے ہیں اب بھی شراب خانے سے

خلاف جذبہ الفت کے ہم نہیں لیکن
سکون چھن گیا کتنوں کا دل لگانے سے

مثال ہی نہیں دنیا میں تیری زلف کی جب
تو پھر نہ کام چلے گا گھٹا کے چھانے سے

مری خطاؤں پہ جو انگلیاں اٹھاتے ہیں
گناہ ان کے رہے روشنی میں آنے سے

جہادِ حق میں جنہیں فتح ہوسکی نہ نصیب
وہ سربلند رہیں گے شکست کھانے سے

جواب مانگے گی تاریخ ایک ایک سے جب
حساب کیا نہیں ہوگا ترے زمانے سے

نبھائے جاؤ یونہی رسم انتظار علیمؔ
کوئی کبھی نہیں آتا دیئے جلانے سے

☆☆☆

☆

غزل

پیار کی ختم ہر اک روایت ہوئی
جب ضرورت ہوئی تب محبت ہوئی

ہر طرف خوب لعنت ملامت ہوئی
کس قدر پیار میں خیر و برکت ہوئی

ان سے ہر بات میں ہیل وجت ہوئی
جب سے کمبخت سچی محبت ہوئی

ان کے لہجے میں تحقیر کے پھول ہیں
یہ فصاحت ہوئی یا بلاغت ہوئی

وہ قیامت سے واعظ ڈرے گا نہیں
آئے دن جس کے گھر میں قیامت ہوئی

وہ نہ جانے پریشاں پریشاں ہے کیوں
بے قراری ہماری تو رخصت ہوئی

سب کو قسمت کا شکوہ ہے لیکن یہاں
سیکڑوں بار تابندہ قسمت ہوئی

ان کی آنکھیں ہیں کیوں آج شعلہ فگن
میرے اللہ اب تو مصیبت ہوئی

ان کا دیدار کوئی ہنسی کھیل ہے
ہم کو اب تک نہ اپنی زیارت ہوئی

زندگی ان سبھوں کی جہنم بنی
جن سے جن سے بغلگیر جنت ہوئی

وہ خطائیں بھی اب مجھ سے منسوب ہیں
جن خطاؤں میں خود ان کی شرکت ہوئی

ہم نے جب بھی سنائی غزل اے علیم
جس نے جس نے سنا سب کو حیرت ہوئی

☆☆☆

غزل

گیسو جو اس نے کھول دیئے تا کمر گئے
ائے زندگی کی دھوپ وہ دعوے کدھر گئے

یہ بھی کوئی سوال ہے وہ کیوں کدھر گئے
ہم ان کے ساتھ ساتھ گئے وہ جدھر گئے

حیرت ہے جن کو تیر ستم کا تھا انتظار
ماتھے کی صرف ایک شکن سے وہ ڈر گئے

تاریخ کو جواب دیں آتشزنی کا لوگ
کندن کی طرح ہم تو جلے اور نکھر گئے

ہم خوش ہیں ہم کو چھو نہ سکا کوئی حادثہ
ہم خیریت کے ساتھ نظر سے اتر گئے

ان کی سبھی خطاؤں پہ پردہ پڑا رہا
الزام جتنے بھی تھے وہ سب میرے سر گئے

گھر اپنا خود ہی رشک بیاباں بنا مگر
اہل جنوں نہ لوٹ کے پھر اپنے گھر گئے

زخموں کے پھول جسم پہ ہیں سر سے پاؤں تک
آئینہ اب اٹھاؤ کہ ہم بن سنور گئے

میں نے نصب کیا تھا تجھے کتنے پیار سے
اے نخلِ آرزو ترے پتے کدھر گئے

ہیں آج بھی ہماری وہی وضعداریاں
یہ جھوٹ ہے ہمارے زمانے گزر گئے

ملنے کی آرزو تھی مگر جب ملے علیمؔ
اک دوسرے کو ہم نظرانداز کر گئے

☆☆☆

غزل

جو لوگ منزلتِ جانِ جاں سمجھنے لگے
وہ کائنات کو کوئے بتاں سمجھنے لگے

ستمگروں کو جو تسکینِ جاں سمجھنے لگے
وہ قتل گاہ کو دارالاماں سمجھنے لگے

زباں پہ حرفِ شکایت کبھی نہ لائیں گے
جو بے وفاؤں کی مجبوریاں سمجھنے لگے

بتائیں آپ کو بے اعتباریاں اپنی
حقیقتوں کو بھی ہم داستاں سمجھنے لگے

سوائے جذبۂ الفت کے اور سب کچھ ہے
ہم اپنے یار کو ہندوستاں سمجھنے لگے

وہ کیسے آپ کی شہ زوریاں کریں تسلیم
جو لوگ آپ کی کمزوریاں سمجھنے لگے

علیم جذبۂ الفت سے جو رہے محروم
ہمارے فن کو وہی رائیگاں سمجھنے لگے

غزل

آپ فرمارہے ہیں دعاء کیجئے
جائیے زندگی بھر مزا کیجئے

وعدہ ہر ایک سے کرلیا کیجئے
کیاضروری ہے وعدہ وفا کیجئے

کوئی دونوں میں تنہا نہ بدنام ہو
مشترک طورپر ہرخطا کیجئے

ان سے ملنے کی صورت کوئی جب نہ ہو
ان کی دیوار کو چھولیا کیجئے

اب تو فتنوں کا موسم ہے اب آپ بھی
کوئی محشر کسی دن بپا کیجئے

جو ہیں اللہ والے کریں درگذر
آپ گن گن کے بدلے لیا کیجئے

جو کریں اختلاف آپ کی بات سے
آپ انہیں قتل فرما دیا کیجئے

یوں نہ سمجھیں گے وہ درد دل اے علیم
اپنا دل چیر کر رکھ دیا کیجئے

☆☆☆
☆

غزل

ہمیں خاطر دوران ستم لائے نہیں جاتے
تڑپتے اس لئے ہیں ہم کہ تڑپائے نہیں جاتے

خوشی کے خواب سے تو درد جھٹلائے نہیں جاتے
مقدر خواہشوں کے بل پہ چمکائے نہیں جاتے

وہ گیسو وقت کی دھوپوں سے ایک دن ہار جاتے ہیں
جو گیسو روز پابندی سے لہرائے نہیں جاتے

ہم اپنے قتل کا الزام آخر کس کے سر رکھ دیں
کسی دامن پہ دھبے خون کے پائے نہیں جاتے

سجا رکھے ہیں ہم نے خیریت کے پھول ہونٹوں پر
کہ دل کے زخم سب لوگوں کو دکھلائے نہیں جاتے

جگر کے زخم دل کی آگ بے چینی یہ بے خوابی
محبت کے یہ تحفے ہم سے ٹھکرائے نہیں جاتے

تم اس محبوبیت کو بادشاہت مت سمجھ لینا
زبردستی کسی سے ناز اٹھوائے نہیں جاتے

یہ پوچھو جا کے مجھ پر ہنسنے والے ماہپاروں سے
مرے اشعار کیا راتوں میں دہرائے نہیں جاتے

علیم اپنے یہاں سچائیوں کی دھوم ہے لیکن
یہاں منصور کیا سولی پہ لٹکائے نہیں جاتے

☆☆☆

☆

﴾ ختم شد ﴿

Email; akhtar.jamal.usmani@gmai.com